ماھنامہ

حکمت بالغہ

مئی2008

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:0092-47-7628361

ای میل:hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ www.hamditabligh.net پر حکمت بالغہ کے تمام شمارے دستیاب ہیں

سورالمجادلہ

اَعوذ باالله

بسم الله

قَدۡ سَمِعَ اللّٰهُ

(اے پیغمبر) اللہ نے سن لی

قَوۡلَ الَّتِیۡ تُجَادِلُكَ فِیۡ زَوۡجِهَا وَتَشۡتَكِیۡۤ اِلَى اللّٰهِ

اس عورت کی التجا جو تم سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث وجدال کرتی اور اللہ

سے شکایت (رنج وملال) کرتی تھی

وَاللّٰهُ یَسۡمَعُ تَحَاوُرَ كُمَا

اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا

اِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌo

کچھ شک نہیں کہ اللہ سنتا دیکھتا ہے

اَلَّذِیۡنَ یُظٰهِرُوۡنَ مِنۡكُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِهِمۡ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمۡ

جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں)

اِنۡ اُمَّهٰتُهُمۡ اِلَّا الّٰٓـئِیۡ وَلَدۡنَهُمۡ

ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے

وَاِنَّهُمۡ لَیَقُوۡلُوۡنَ مُنۡكَرًا مِّنَ الۡقَوۡلِ وَزُوۡرًا

بے شک وہ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌo

اور اللہ بڑا معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔

وَالَّذِیۡنَ یُظٰهِرُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِهِمۡ ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا قَالُوۡا

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں

فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآ سَّا

تو (ان کو) ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا (ضرور) ہے

ذٰلِکُمۡ تُوۡعَظُوۡنَ بِہٖ

(مومنو) اس (حکم) سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے

وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ o

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے

فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ فَصِیَامُ شَہۡرَیۡنِ مُتَتَابِعَیۡنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآ سَّا

جس کو غلام نہ ملے وہ مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے رکھے

فَمَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ فَاِطۡعَامُ سِتِّیۡنَ مِسۡکِیۡنًا

جس کو اس کی بھی قدرت نہ ہو (اسے) ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا (چاہیے)

ذٰلِکَ لِتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ

یہ (حکم) اس لئے (ہے) کہ تم اللہ اور رسول کے فرمانبردار ہو جاؤ

وَتِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ

اور یہ اللہ ﷻ کی حدیں ہیں

وَلِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ o

اور نہ ماننے والوں کے لئے درد دینے والا عذاب ہے

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں

کُبِتُوۡا کَمَا کُبِتَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ

وہ (اسی طرح) ذلیل کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل کیے گئے تھے

وَقَدۡ اَنۡزَلۡنَآ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ

اور ہم نے صاف اور صریح آیتیں نازل کر دی ہیں

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ o

جونہیں مانتے ان کو ذلت کا عذاب ہوگا

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعاً فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا

جس دن اللہ ان سب کو جلا اٹھائے گا تو جو کام وہ کرتے ہیں ان کو جتائے گا

اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ

اللہ کو وہ سب (کام) یاد ہیں اور یہ ان کو بھول گئے ہیں

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ o

اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے

قرآن اکیڈمی ملتان میں خطابات کا سلسلہ

چھٹا خطاب

راستہ ہمارا

حافظ عاکف سعید

قرآن اکیڈمی ملتان کے زیر اہتمام سلسلہ وار خطابات کا پروگرام ماہ مارچ07ء میں منعقد ہوا تھا جس کی ترتیب یہ تھی۔

18 مارچ	رب ہمارا	ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب (قرآن اکیڈمی فیصل آباد)
19 مارچ	رسول ہمارا	جناب رحمت اللہ بٹر (ناظم شعبہ دعوت وتربیت تنظیم اسلامی)
20 مارچ	قرآن ہمارا	انجینئر مختار فاروقی صاحب (قرآن اکیڈمی جھنگ)
21 مارچ	منزل ہماری	جناب شیخ شجاع الدین صاحب (قرآن اکیڈمی کراچی)
22 مارچ	عزم ہمارا	جناب خالد عباسی صاحب (ناظم حلقہ شمالی پنجاب وکشمیر)
23 مارچ	راستہ ہمارا	حافظ عاکف سعید صاحب (امیر تنظیم اسلامی پاکستان)
24 مارچ	وطن ہمارا	جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب (بانی تنظیم اسلامی پاکستان)

اس سلسلے کو حکمت بالغہ کے قارئین تک پہنچانے کے لئے شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے کے پہلے پانچ خطابات گزشتہ شماروں میں ترتیب وار شائع ہو چکے ہیں اسی سلسلے کا چھٹا خطاب ''راستہ ہمارا'' شائع کیا جا رہا ہے مقرر تھے حافظ عاکف سعید صاحب (امیر تنظیم اسلامی پاکستان)

یاد رہے کہ یہ خطابات آڈیو ٹیپ سے اتار کر شائع کئے جا رہے ہیں انداز تحریر کی بجائے تقریر کا ہی نمایاں ہے۔(ادارہ)

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آله وصحبه اجمعین:امابعد

فاعوذباللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قال اللّٰہ تبارك وتعالی کما ورد فی سورة المآئدة

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا

وقال جل وعلا کما ورد فی سورة الاحزاب

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

وقال جل وعلا کما ورد فی سورةآل عمران

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِوَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

صدق اللّٰہ العظیم

وعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:مَنْ رَای مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِہٖ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ (اوکماقال ﷺ)۔

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَيَسِّرْلِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ يَفْقَهُوْا قَوْلِیْ

اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شُرُوْرِنَفْسِیْ۔اَللّٰهُمَّ اَرِنَاالْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَاالْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ۔اَللّٰهُم رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا(آمین یارب العالمین)

حضرات محترم!سب سے پہلے تو میں انجمن خدام القرآن ملتان کے صدر برادرم ڈاکٹر طاہر خاکوانی صاحب کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں کہ بہت ہی اہم دینی موضوعات پر انہوں نے سلسلۂ تقاریر (SERIES OF LECTURES) شروع کیا اور نئے اور اچھوتے عنوانات کے تحت، یہ عنوانات آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ مربوط بھی ہیں اور ان میں ایک منطقی ترتیب بھی ہے اور یہ وہ موضوعات ہیں جن کا تعلق ہمارے عقیدہ وعمل سے ہے،عنوانات سادہ ہیں لیکن ان کے تحت ہماری ان دینی ذمہ داریوں اور فرائض کا احاطہ کیا گیا ہے جن کی ادائیگی پر اخروی نجات

موقوف ومنحصر ہے جس کا خلاصہ سورۃ العصر میں آیا، چنانچہ بات شروع کی گئی رب ہمارا کے عنوان سے اس لئے کہ تمام ہدایت کی کلید ''معرفتِ ربّ'' ہے اس کے بغیر ہر سو اندھیرا ہی اندھیرا ہے اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرضِ قرآن مجید میں سورۂ نور کے جو الفاظ ہیں مفسرین نے جو اس کا مفہوم معین کیا کہ کائنات میں روشنی نور سب اللہ ہی کی وجہ سے ہے اللہ کو نہیں پہچانا تو گھپ اندھیرا ہے، پھر انسان جو ہے وَلَاتَکُونُوا کَالَّذِینَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنسٰھُم اَنفُسَھُم اللہ کو بھول گئے تو اپنے آپ کو بھول گئے اپنی حقیقت سے بھی نا آشنا، چنانچہ آج کے انسان کا المیہ یہی ہے کہ سائنس وٹیکنالوجی میں تمام تر ترقی کے باوجود اپنے آپ کو حیوانات کے ساتھ EQUATE کرتا ہے وہ عظمت انسان سے نا آشنا ہے اسے کچھ معلوم نہیں کہ موت کے بعد کیا ہونا ہے اس سے دانستہ اس نے نگاہیں پھیر لیں ہیں اور ''بابر باعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' کی شراب پی کر گویا گردو پیش سے کٹ کر اس نشے میں زندگی گزارنا ہی اس کا فلسفۂ حیات ہے ،تو معرفت رب بنیادی شے ہے اس کے بغیر تاریکی ہے اندھیرا ہے جہالت ہے۔ پھر'' معرفتِ رسول ﷺ'' رسالت کا نظام کیا ہے؟ رسول محض ڈاک کا ہرکارہ ہوتا تھا یا رب کی طرف سے نمائندہ بن کر آتا تھا۔ وہ ہادی اور پیشوا بن کر آتا تھا، ہوتا انسانوں میں سے ہے۔ بشریت اس کا حصہ ہے عبدیت اس کا امتیاز ہے۔ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْن اور اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْن کے اعلان کے ساتھ آتے تھے کہ سب سے پہلے رب کے سامنے جھکنے والا میں ہوں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا میں ہوں اور اپنی قوم کو اپنے رب خالق و مالک پر ایمان لانے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ 'رسول ہمارا' یہ عنوان بڑا پیارا ہے ہمارے رسول ﷺ عبدیت بھی کامل رسالت بھی کامل ہمارا رب اگر رحمٰن ورحیم ہے تو رسول رحمۃ للعالمین ہیں وہ خاتم النبیّین بنا کر بھیجے گئے اور اس فیصلے کے ساتھ آئے کہ صرف دعوت تبلیغ ،انذار، تبشیر اسی پر اکتفا نہیں کرنا بلکہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنا ہے یہ فیصلہ تھا اللہ کا اور مقصد بعثتِ نبوی قرآن مجید اسی کو قرار دیتا ہے غلبۂ دینِ حق بہر کیف رب ہمارا، رسول ہمارا کے بعد قرآن ہمارا، منزل ہماری اور عزم ہمارا درجہ بدرجہ بات آگے بڑھتی ہوئی آج یہاں تک پہنچی ہے کہ راستہ ہمارا یعنی اس امت کے ذمے جو فرض منصبی اور مشن ہے اس کے حصول کا راستہ کون سا ہے؟ ان موضوعات کی افادیت

کے حوالے سے میرا ذہن سورۂ ملک کی ایک آیت کے طرف منتقل ہوا(اَفَمَنۡ یَّمۡشِیۡ مُکِبًّا عَلٰی وَجۡهِهٖۤ اَهۡدٰۤی اَمَّنۡ یَّمۡشِیۡ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ) ہمارے رب کا ارشاد ہے کہ بھلا وہ شخص جو منہ کے بل زمین پر گھسٹ رہا ہے یعنی جبلی خواہشات کے تحت زندگی گزار رہا ہے جیسے اوندھے منہ زمین پر گھسٹ رہا ہے بطن وفرج کے تقاضوں کے تحت زندگی گزارنے والا وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ کہ جو سیدھا کھڑا ہوا ہے اور صراط مستقیم پر گامزن ہے اور اپنی منزل کی طرف پیش قدمی کرر ہا ہے یہ ایک ایسا سوال تھا کہ جس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے اتنا واضح ہے SELF EVIDENT جواب ہے چنانچہ قرآن نے یہیں پر چھوڑ دیا۔معلوم ہوا کہ از روئے قرآن ہدایت یافتہ شخص وہ ہے جس پر اپنی منزل بھی واضح ہو اور اپنی منزل تک پہنچنے کا راستہ بھی واضح ہو گویا اس کا فکری قبلہ بھی درست ہو جس راستے کو اس نے اختیار کیا ہے وہ بھی صراط مستقیم ہو یعنی اصل منزل کی طرف لے جانے والا راستہ۔صراط مستقیم پر چلنا تبھی ممکن ہوگا کہ پہلے ہم فکری طور پر اس کا صحیح تعین کریں اپنی منزل صحیح صحیح مرتب کریں اس کا تعین کریں کہ ہماری اصل منزل کون سی ہے؟علمی اور فکری اعتبار سے اس کا تعین ہو پھر اس تک پہنچنے کے راستے کا تعین ہو اور وہ بھی خالص علمی اور فکری لیول پر، تبھی صحیح رخ پر پیش قدمی ممکن ہوگی پھر ہر قدم جو اٹھے گا وہ جانب منزل ہوگا ورنہ وہ آپ نے شعر نما مقولہ سنا ہوگا شعریت کے معیار پر تو میرے خیال میں پورا نہیں اترتا لیکن QUOTE کیا جاتا ہے کہ

ترسم کہ بہ کعبہ نہ رسی اے اعرابی ؎
ایں راہ کہ تو می روی بترکستان است

’’اے اعرابی تم چلے تو ہو بیت اللہ کی طرف حج کے ارادہ سے لیکن مجھے اندیشہ یہ ہے کہ تم پہنچ نہیں پاؤ گے اس لئے کہ تم نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ مکہ کو نہیں جا رہا ہے بلکہ ترکستان کو جا رہا ہے‘‘ تو ہر قدم منزل سے دور لے جائے گا اگر پہلے سے فکری طور پر قبلہ صحیح نہ کیا گیا ہو اس ساری تمہیدی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ ہم ٹھنڈے دل سے غور کریں یہ وہ موضوعات ہیں کہ جذباتیت کو ہم مسلط نہ ہونے دیں ان معاملات میں اور ٹھنڈے دل سے علمی انداز میں عقل وفہم صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ان پر غور کریں اور گویا کہ یہ جو عنوانات دیئے گئے یہ فکری

قبلے کے درستی کے موجب ہیں ان پر آپ اگر غور کریں گے تو ان شاء اللہ فکری قبلہ درست ہوگا اور اس کے بعد صحیح رخ پر عمل کرنے کے لئے راستہ ہموار ہوگا۔خلیل جبران کا مشہور مقولہ ہے کہ ''عقل سے روشنی حاصل کرو اور جذبے کے تحت حرکت کرو'' منزل کا تعین کرنے کے لئے پہلے ٹھنڈے دماغ سے غور کرو کہ صحیح راستہ کون سا ہے اصل منزل کون سی ہے اس میں جذبات کو ایک طرف رکھو لیکن جب منزل کا تعین ہوجائے اور فکر واضح ہوجائے تو اب جذبے کے ساتھ حرکت کرو، ہمارے ہاں عموماً اس کے برعکس روش اختیار کی جاتی ہے کہ بڑے بڑے فیصلے جذبات میں آکر کیے جاتے ہیں اور جب اس پر چلنے کا مرحلہ آتا ہے تو عقل اس پر روک لیتی ہے اور ٹھٹک کر کھڑے ہوجاتے ہیں اس لئے کہ عقل کا کام تو روکنا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لب بام ابھی

تو بہرکیف ہم اس دعا کے ساتھ آگے بڑھیں گے کہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَاالْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ (آمین یارب العالمین)۔

اب اصل منزل کی طرف آتے ہیں اپنے اصل موضوع کی طرف ''راستہ ہمارا'' اس موضوع کی ایک جہت تو بڑی وسیع ہے زندگی کے تمام معاملات میں تمام علمی اور عملی پہلوؤں کے حوالے سے راہِ عمل کیا ہے؟ ہماری معاشرت کیسی ہو، سماجی اقدار کیا ہوں، شب وروز کے معمولات کیسے ہوں، اٹھنا بیٹھنا کیسا ہو، معیشت کن بنیادوں پر ہو، سیاست کیسی ہو، عبادت کس طور پر کرنی ہے، عدالتی نظام کیا ہو؟ پورالائحۂ عمل زندگی کا ایک ضابطۂ حیات درکار ہے تو ایک جہت تو ''راستہ ہمارا'' کی یہ ہے، ایک وسیع تر DIMENSION کے حوالے سے ایک سیدھا سا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارا راستہ وہ ہے جسے قرآن نے صراطِ مستقیم قرار دیا جو عبارت ہے قرآن اور سنت سے اور مشتمل ہے دونوں کے مجموعے پر۔ ہمارے لئے راہ عمل اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ہر معاملے میں، معاشرت کیسی ہو اللہ اور رسول نے جو کچھ بتایا اس کی اطاعت کرو معاشرتی پہلوؤں میں جو رہنمائی دی ہے جو اوامر کہے گئے ہیں ان کو بجالاؤ جن سے روک دیا گیا ان سے رک جاؤ، معیشت کی کیا بنیاد ہے اللہ اور رسول کی اطاعت اور یہ اصل میں قرآن اور سنت ہی کو

اختیار کرنے کا دوسرا نام ہے لیکن جس ترتیب سے یہ موضوعات ہمارے سامنے آئے ہیں رب ہمارا سے جو گفتگو شروع ہوئی ہے اس تناظر میں آج کے موضوع کا ایک معین مفہوم ہے ایک نسبتاً محدود سکوپ ہے وہ کیا ہے غالباً مجھ سے پہلے برادرم ڈاکٹر طاہر خاکوانی صاحب اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ بحثیت مسلمان اور بحثیت امتِ رسول ﷺ جو اہم ذمہ داری اس امت کو سونپی گئی یعنی شہادت علی الناس جس کا آخری مرحلہ اقامت دین ہے دینِ حق کو قائم وغالب کرنا وہ نظام قائم کرنا جو رب کی حاکمیت کے اصول پر استوار ہو جہاں پورا اجتماعی نظام قرآن وسنت کے تابع ہو جائے، یہ جو ہمیں بتایا گیا کہ یہ کام تمہیں کرنا ہے یہ مشن ہے یہ ذمہ داری ہے اس ذمہ داری کو ادا کرنے کا راستہ کون سا ہے غلبہ وا قامتِ دین کی منزل کے حصول کے لئے لائحہ عمل کیا ہے؟ یہ ہے اصل سوال کہ جس پر آج ہم نے گفتگو کرنی ہے یعنی اس کے لئے کئی الفاظ استعمال ہوتے ہیں طریق کار کیا ہے لائحۂ عمل کیا ہے منہج یا منہاج کیا ہے جس پر چل کر ہم اس گول کو ACHIEVE کر سکیں، اس رستے میں جدوجہد کریں کن اصولوں پر کس راستے پر ہمیں آگے بڑھنا ہے۔ دیکھئے ملک کی تمام بڑی دینی جماعتیں ایک اصول اور ایک بات پر تو متفق ہیں کہ یہ کام ہمیں کرنا ہے جس سے آپ پوچھیں گے چاہے وہ سیاست کے میدان میں ہیں یا سیاست سے باہر یہی جواب دیں گے کہ ULTIMATE GOUL تو یہ ہے کہ یہاں پر نظام خلافت قائم ہو جائے غلبہ دین ہو جائے شریعت نافذ ہو جائے کسی کا سلوگن ہے ''رب کی دھرتی رب کا نظام'' گویا ایک بات پر تو تقریباً اتفاق ہے کہ یہ کام ہم نے کرنا ہے اور اسی کے لئے جماعتیں وجود میں آئی ہیں لیکن یہ بڑا حساس موضوع ہے کہ اس کے لئے صحیح راستہ کون سا ہے یہاں اختلاف ہے ما بہ النزاع مسئلہ یہ ہے گویا منزل کم وبیش ایک ہے لیکن منزل تک پہنچنے کے راستے جدا جدا ہیں ایک راستہ وہ بھی ہے جو تبلیغی جماعت نے اختیار کیا، میں زیادہ تفصیل میں نہیں جا رہا ہمارے پاس وقت محدود ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جو آپ کے سامنے واضح ہیں مجھے کسی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے' ان کا اپنا ایک طریقہ ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جب سب لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور عمل صالح پر عمل پیرا ہو جائیں گے تو ظاہر بات ہے کہ از خود نظام بدلے گا اور واقعی ایسا ہو جائے تو امید تو یہی کرنی چاہئے کہ نظام بدل جائے گا پھر اجتماعی سطح پر بھی عمل صالح ہوگا اور اللہ کی حکمرانی کا نفاذ ہوگا کچھ

جماعتیں ہیں جو انتخابی سیاست کے بارے میں سمجھتی ہیں کہ آجکل اس منزل کے حصول کا واحد راستہ یہی ہے جمہوری انداز میں جدوجہد کرنا اور الیکشن پولیٹکس میں حصہ لے کراوپر آنا اور پھر نظام خلافت کو قائم کرنا لیکن کچھ جماعتیں وہ بھی ہیں جن کے خیال میں ELECTION PROCESS درست راستہ نہیں ہے وہ منزل کی طرف نہیں لے جارہا بلکہ 'ایں راہ کہ تو می روی بتر کستان است لہذا اس کی بجائے انقلابی جدوجہد کا طریقہ جو ہے وہ درست راستہ ہے جو لوگ اس رائے کے حامل ہیں ان کے بھی کئی شیڈز ہیں ان میں کچھ وہ بھی ہیں جو براہ راست بلٹ کے راستے کو سمجھتے ہیں کہ یہ ہے انقلاب کا راستہ، BALLOT سے اٹھ کر سیدھے BULLET کی طرف آرہے ہیں کچھ کا خیال یہ ہے کہ وہ فوج کے اندر کُو کے ذریعے،فوجی انقلاب کے ذریعے اس منزل کے حصول کے لئے جدوجہد کی جائے ہمارے ہاں ایک جماعت کام کررہی ہے کہ جس کا نقطۂ نظر یہ ہے بلکہ وہ انٹرنیشنل لیول کی جماعت ہے پاکستان میں ابھی آئی ہے آپ میں سے اکثر اس سے متعارف ہوں گے لیکن ایک راستہ تنظیم اسلامی کا ہے جو آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا یہ مؤقف صحیح ہے یا غلط لیکن اپنی دانست میں ہم سمجھتے ہیں کہ وہ راستہ جو نبی ﷺ نے اختیار کیا تھا وہ ہے تو انقلابی راستہ لیکن وہ مسلح تصادم کا مرحلہ تو آخر میں آتا ہے شروع میں تو جہاد بالقرآن کے مراحل ہیں ان مراحل کو اسی ترتیب سے اختیار کرتے ہوئے آگے بڑھنا،اب اتنے مختلف طریق کار ہیں منزل ایک ہے وہاں تک پہنچنے کے راستے مختلف یا کم سے کم وہ پہنچ رہے ہیں یا نہیں پہنچ رہے لیکن لوگوں نے اختیار کر رکھے ہیں کہ ''شد پریشان خواب من از کثرت تعبیر ہا'' والا نقشہ ہے۔

اس سلسلے میں ایک بات سمجھ لیجیے اصولی طور پر ہمیں کون سا راستہ اختیار کرنا چاہئے پہلے اس کو علمی طور پر جاننے کی کوشش کریں، دیکھئے ایک اہم بات پہلے آچکی ہے ایک وسیع تر تناظر میں کہ جو کام بھی ہم نے کرنا ہے وہ قرآن وسنت کے مطابق کرنا ہے یہ ہمارا راستہ ہے زندگی کے ہر معاملے میں، ہمارے لئے اصول ہی یہ ہے فلسفۂ حیات کے حوالے سے اہم نقطہ ہے زندگی کے ہر معاملے میں رہنمائی لینی ہے قرآن وسنت سے چنانچہ(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)اے مسلمانو!تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے ایک رول ماڈل، جو مسئلہ بھی ہو اس رول ماڈل کو اختیار کرو GUIDANCE وہاں سے ملے گی

اور بالخصوص وہ امور وہ معاملات جن کا تعلق ہماری دینی ذمہ داریوں اور فرائضِ دینی سے ہے اس میں تو کہیں اور ادھر ادھر دیکھنا عقلی طور پر بھی نامناسب ہے وہاں تو نہایت باریک بینی سے جائزہ لینا ضروری ہے کہ اس دینی فریضے کو اللہ کے رسول ﷺ نے کیسے سرانجام دیا تھا آپ نے کیا اسوہ قائم کیا دین کا کام ہے نماز پڑھتے ہیں کہ فرض ہے اور فرمان رسول ﷺ بھی ہے کہ (صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي) ''نماز ویسے پڑھو جیسے تم مجھے دیکھتے ہو پڑھتے ہوئے'' کوئی شخصیت یہ کہے کہ نماز کا اصل حاصل تو اللہ سے لو لگانی ہے اور لو لگانے کے اور بھی کئی طریقہ ہو سکتے ہیں کسی اور طریقے کو کیوں نہ اختیار کر لوں، نماز پڑھنی ہے تو صرف اسی طریقے پڑھنی ہوگی جیسے رسول اکرم ﷺ نے پڑھ کر دکھائی دین کو قائم و غالب کرنا ہماری اس امت کی اجتماعی ذمہ داری ہے شہادت علی الناس یہ اس امت کا فرض منصبی ہے دین کی گواہی قائم کرنا کیسے؟ جیسے رسول ﷺ نے قائم کی تھی اور وہ گواہی مکمل ہو نہیں سکتی جب تک کہ دین کو قائم کر کے نہ دکھایا جائے تو اقامت دین تو ہماری بنیادی ذمہ داری ہے فرائض دینی میں سے ہے اس فریضے کو ادا کرنے کے لئے کہیں دائیں بائیں دیکھیں اس کی میرے نزدیک کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ کام نہ صرف یہ کہ دینی فریضہ ہے بلکہ نبوی مشن ﷺ کی تکمیل ہے یہ بات میرا خیال ہے کہ اب تک واضح ہو چکی ہوگی کل جو موضوع سامنے آیا 'عزم ہمارا' اس میں بھی، نبی اکرم ﷺ کو جو مشن دے کر بھیجا گیا وہ کیا تھا غلبہ دین حق اور شہادۃ علی الناس (لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاس) رسول تم پر گواہی قائم کریں تم پوری دنیا پر گواہی قائم کرو جو کام رسول نے کیا ہے دین کی گواہی کے حوالے سے وہ تمہیں ساری دنیا کے سامنے قیامت تک کرنا ہے کام تو رسول اللہ ﷺ کا ہے مشن تو آپ کا ہے آپ نے وہ مشن اس امت کے حوالے کیا بلکہ آپ ﷺ ہی نے حوالے نہیں کیا خود اللہ نے حوالے کیا ہے سورۃ الحج کی جو آخری آیت ہے (وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ) مسلمانو! اللہ کی راہ میں اتنی محنت، اتنی کوشش، اتنا STRUGGLE، اتنا جہاد کرو جتنا کہ اللہ کے لئے جہاد کا حق ہے (هُوَ اجْتَبٰكُمْ) اس نے تمہیں ایک عظیم مشن کے لئے SELECT کر لیا ہے منتخب فرما لیا ہے اور یہ بات کم سے کم آج جو سامعین بیٹھے ہیں ان کیلئے تو کوئی نئی نہیں ہوگی کہ ختم نبوت کا یہ لازمی تقاضا ہے، نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں آخر المرسلین ہیں نبوت اور رسالت کو اپنے

کلائمیکس کو پہنچا کر نبوت و رسالت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اس سے پہلے تو مسلسل رسول علیہم آتے رہے ایک دور اس دنیا میں سابقہ امت پر ایسا بھی گزرا کہ ایک ایک وقت میں کئی کئی رسول ہیں اور کئی کئی نبی موجود ہیں لیکن اب نبی اکرم ﷺ کے بعد چودہ سو برس سے زائد ہو گئے کوئی نبی اور رسول نہیں آیا جو کام نبیوں اور رسولوں کے ذمے پہلے تھا اب وہ کس کے ذمے ہے۔ (هُوَ اجۡتَبٰكُمۡ) اے مسلمانو اللہ نے اس کے لئے تمہیں منتخب کیا ہے۔ــــــــــ رسل علیہم کا مشن اور خاص طور پر نبی اکرم ﷺ کو جو مشن دیا گیا اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ کل روئے ارضی پر اللہ کا پرچم لہرائے، قرآن و سنت کی بالا دستی کل روئے ارضی پر ہو تب مشن مکمل ہو گا اس لئے کہ آپ صرف اہل عرب کے لئے نہیں آئے تھے قرآن مجید میں یہ بات بار بار آئی ہے۔(قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡكُمۡ جَمِیۡعًا) کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں پوری نوع انسانی کے لئے، تو جب تک پوری نوع انسانی پر اللہ کا دین قائم و غالب نہیں ہوتا نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت پورا نہیں ہوا۔ چنانچہ یہ ذمہ داری تھی ایک مرحلہ تک اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو مکمل فرمایا اور مَیں ایک اصطلاح استعمال کر رہا ہوں پتہ نہیں مناسب ہے یا نہیں کہ جیسے میگا پروجیکٹس کے لئے پہلے پائلٹ پراجیکٹس تشکیل دیئے جاتے ہیں کوئی بہت بڑا پروجیکٹ ہو تو اس کے لئے ایک ماڈل پروجیکٹ اور مثالی پروجیکٹ پیش کیا جاتا ہے کہ اس ڈھنگ پر اب یہ مکمل کرنا ہے تو یہ ایک بہت بڑا میگا پروجیکٹ تھا جو اس امت کو ملا اور نبی اکرم ﷺ کا مشن بنایا گیا اس میں ایک پائلٹ پروجیکٹ بہترین انداز میں کامل ترین انداز میں اور خوبصورت ترین انداز میں مکمل کر کے پیش کر کے دکھا دیا نبی اکرم ﷺ نے، اب اسی نہج پر تم نے یہ ساری دنیا میں یہ کام کرنا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نکلے تھے اور اس پائلٹ پراجیکٹ کی یہ برکت تھی کہ تیس سال کے اندر اندر دو براعظم تو تقریباً پورے کے پورے اسلام کی زیرِ نگیں آ چکے تھے دنیا کی آبادی کا بڑا حصہ وہیں پر تھا۔ یہ کام تو چل پڑا تھا وہ مدینے کی گلیاں چھوڑ کر کیوں نکلے تھے؟ کیا انہیں عزیز نہیں تھیں لیکن انہیں معلوم تھا کہ اس مشن کی اہمیت ہے اس کے لئے انہوں نے یہ قربانی بھی دی۔

یہ ہے اصل بات کہ جب نبوی مشن اور دینی ذمہ داری ہے تو پھر کس کی طرف دیکھنا ہو گا رہنمائی کہاں سے لینا ہو گی ظاہر بات ہے کہ اسوۂ رسول، سیرت رسول اور سنت رسول ﷺ سے،

اقبال کا وہ شعر بھی ذہن میں لے آیئے کہ

ے وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

یہ ہمارے ذمے تھا ہم اس کو بھلا کر سوگئے بلکہ دنیا کی دوسری قوموں کی طرح دنیاداری، دنیا پرستی، ہوس پرستی کو ہم نے اپنا شعار بنالیا نتیجہ کیا ہے؟ وہ قوم جسے دنیا میں سب سے زیادہ سربلند اور باعزت ہونا چاہئے تھا وہ آج سب سے زیادہ ذلیل ہے جس کے لئے وعدہ تھا (اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ) تم ہی غالب اور سربلند رہو گے اگر تم مؤمن ہوئے ایمان کے عملی تقاضوں کو تم نے پورا کیا وہ معیار جو اللہ نے معین کیا ہے کہ مؤمن کون ہوتا ہے اس پر پورا اترے تو آخرت تو تمہاری ہے ہی دنیا بھی تمہاری ہوگی اقبال نے صحیح کہا تھا کہ

ے کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یہ وعدے پورے ہوئے تھے اور اب بھی یہ وعدہ اپنی جگہ حق ہے لیکن ہم ایمان کے ان تقاضوں کو بھول کر دنیا پرستی میں مگن ہوگئے ہیں ہمارا رب وہ نہیں رہا جس کا پہلی تقریر ''رب ہمارا'' میں تعارف کروایا گیا تھا ہمارا رب ہمارا نفس ہے ہمارے مفادات ہیں دولت ہے چند ٹکے کا فائدہ دیکھیں ایمان بیچ دیں سب سے سستی چیز آج ایمان ہے، تو یہ ذمہ داریاں تھیں اس امت کو اگر ''خیرِ امت'' قرار دیا گیا اور 'امتِ وسط' قرار دیا گیا اور جیسے کہ نبی اکرم ﷺ کی فضیلت ہے اسی طرح سے اس امت کو بھی بقیہ امتوں سے افضل قرار دیا گیا اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس فضیلت کی جو اصل بنیاد تھی جب اس کو ہم نے چھوڑ دیا اور وہ بنیاد ہے شہادۃ علی الناس کی ذمہ داری، خود تو تم نے اللہ کا بندہ بننا ہی ہے مسلمان کا مطلب کیا ہے ہر معاملے میں اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا دینے والا یہ مسلمان ہے اس نے تو مان لیا لیکن اب پوری دنیا کے سامنے اللہ کے دین کی گواہی اس نے دینی ہے اور دنیا کو وہ نظام عدل اجتماعی قائم کر کے دکھانا ہے کہ یہ ہے وہ نظام یہ اس کے برکات و ثمرات۔ یہ کام تھا جب اس کو بھولے ہیں تو آج اس پستی میں پہنچے ہیں یہ کام دینی ہے نبی اکرم ﷺ کے مشن کا حصہ ہے تو ہمیں رہنمائی وہیں سے لینی ہے جہاں سے لینی

چاہیے۔ چنانچہ سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ کام کیسے کیا حکم ہوتا ہے کہ (یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ) سورۃ مدثر کی آیات آپ کے علم میں ہے کہ دوسری وحی یا تیسری وحی ہے اس میں اختلاف ہے لیکن ہے بالکل ابتدائی دور کی، اے لحاف میں لپٹ کر لیٹنے والے کھڑے ہو جاؤ کمر ہمت کس لو اور لوگوں کو خبر دار کرو اور رب کی کبریائی کا اعلان کرو، یہاں سے بات شروع ہو رہی ہے ایک فرد سے اور کام کیا دیا ہے غلبہ و اقامت دین (لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ) رب کی کبریائی صرف زبان ہی سے نہ ہو بلکہ عملاً اس کے کبریائی کے نظام کو نافذ کر کے دکھایا جائے کہ اللہ واقعی بڑا معلوم ہو، ہم نے تو اسے مسجد میں بڑا کر رکھا ہے اور باہر نکلتے ہی ہمارا نفس بڑا ہوتا ہے باہر تو اور نظام ہے غیر اللہ کا نظام ہے باطل نظام چل رہے ہیں اللہ کا نظام تو چھوٹا ہے اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ تو مشن یہ ہے کہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر دین حق کو قائم کرنا اللہ کی کبریائی کے نظام کو قائم اور نافذ ESTABLISH کرنا ہے، کتنا بڑا مشن ہے یہ وہ کام ہے جسے ہم اپنی زبان میں کہیں گے کہ 'انقلابی کام' ایک باطل نظام جو پہلے سے موجود ہے اس کو جڑ سے اکھاڑنا کوئی آسان کام ہے جہاں ملوکیتیں اور آمریتیں قائم ہوں وہاں کوئی نظام کی تبدیلی کا نام بھی لے چاہے اسلام کے حوالے سے ہو تو گردن زدنی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے یہ ایک بہت بڑا انقلابی مشن ہے جو نبی اکرم ﷺ کو دیا گیا لیکن آغاز کہاں سے ہو رہا ہے ایک شخص سے جو دعوت لے کر کھڑا ہو رہا ہے اور اس شخص (ﷺ) نے اکیس برس کے اندر یا قمری اعتبار سے آپ کہہ لیجیے کہ تئیس یا ساڑھے بائیس برس کے اندر اندر کل جزیرہ نمائے عرب پر اس دین حق کو بالفعل قائم اور غالب کر کے دکھا دیا۔ (جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا) کامل ترین شکل اعلیٰ ترین شکل میں غلبہ دین ہوا اور بات کہاں سے شروع ہوئی تھی ایک فرد سے اور معاشرہ کون سا تھا وہ معاشرہ جو سیاسی، سماجی اور ثقافتی ہر اعتبار سے شرک ہی شرک تھا کہنا چاہئے کہ ہر ایک سیل کے اندر شرک موجود تھا تانا بانا اس پورے معاشرے کا شرک سے تشکیل پایا تھا اس نظام کو توڑ پھوڑ کر وہاں دین حق کو قائم کرنا بہت بڑا کام ہے نبی اکرم ﷺ نے کیسے کیا، کیا آپ نے غارِ حرا کے اندر بیٹھ کر لمبی لمبی دعائیں شروع کر دیں اور بیٹھ گئے کہ اے پروردگار میں یہاں سے نہیں ہلوں گا جب تک کہ نظام تبدیل نہیں ہوگا میں تو دعا کر رہا ہوں، اللہ

اللہ ﷻ کے ہاتھ میں کل اختیار ہے وہ چاہے تو اس طریقے سے بھی کر دے لیکن آپ نے کیسے کیا وہ جو کسی نے کہا کہ

اس راہ میں جو سب پر گزرتی ہے سو گزری
تنہا پسِ زنداں کبھی رسوا سرِ بازار

کونسی تکلیف کونسی آزمائش ہے جو اس رستے میں آپ ﷺ نے اور آپ کے صحابہ ؓ نے نہیں دیکھی قدم بقدم چل کر یہ کام ہوا زمینی حقائق کا سامنا کرتے ہوئے ہوا تاکہ اس امت پر بھی حجت قائم ہو جائے وہ یہ نہ کہیں کہ وہ تو اللہ کے نبی اور رسول ﷺ تھے جیسا سابقہ قوم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب کہا کہ اب جہاد کرو تاکہ دین غالب ہو قائم ہو شریعت نافذ کی جائے اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آئے صاف جواب دیدیا (اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ) کہ اے موسیٰ علیہ السلام اب تک تم نے سارے کام اپنے عصا کے بل پر کئے ہیں اب یہ عصا ہی کام آنا چاہئے ہم نہیں جائیں گے تم جاؤ اور تمہارا رب جائے اور ہاتھ میں تمہارے عصا ہے اس کی ایک ہی ضرب سے پہلے دریا میں راستہ نکلا تھا اور اسی کی ضرب سے چٹان میں سے بارہ چشمے نکلے تھے اسی کو بروئے کار لاؤ ہم تو جہاد کرنے نہیں جائیں گے لیکن نبی اکرم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ ؓ قدم بقدم چلے ہیں پہلا قدم اٹھایا ہے اس کے بعد دوسرا اور اس راستے کی تمام تکالیف اور تمام تقاضے کو برداشت کرتے ہوئے آخری منزل تک پہنچے ہیں یہ جو نبی اکرم ﷺ کی اکّیس یا تئیس سالہ زندگی میں انقلاب آیا یہ لفظ انقلاب اگرچہ قرآن و حدیث کا نہیں ہے تاہم اس نظام کی تبدیلی کو سمجھانے کے لئے لفظ انقلاب ہی استعمال ہوتا ہے لہٰذا ہمیں بھی اس کا سہارا لینا پڑتا ہے یہ عظیم تبدیلی جو نبی اکرم ﷺ نے برپا کی اور اللہ کا دین قائم کر کے دکھایا اور شرک اور کفر کے جو اندھیارے ہیں ان کو مٹا کر رکھ دیا (جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ) اسلام غالب ہوا اور باطل مٹ گیا (اَنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا)۔

اگر ہم غور کریں تو چھ مراحل یا چھ عنوانات کے تحت آپ ؐ کی جدوجہد کو بیان کیا جا سکتا ہے ان میں سے چار کا تعلق مکی دور سے ہے نبی اکرم ﷺ کی سیرت میں یہ دو ادوار بڑے نمایاں ہیں مکی دور اور مدنی دور، زیادہ تفصیل کا وقت نہیں ہے کچھ چیزیں ان شاء اللہ گفتگو کے دوران سامنے

آ ئیں گی آپ کی تئیس برس کی جد جہد میں سے مسلسل تیرہ برس مکی دور میں جو آپنے محنت کی ہے اس میں کیا کام ہو رہا تھا کام کا آ غاز یہیں سے ہوا ہے ابتدائی مراحل تو وہاں پر ہیں اکبر الہٰ آبادی کا ایک شعر مجھے یاد آیا

خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے اور کیا پہلے
نظر آ تا ہے مجھ کو بدر سے غارِ حرا پہلے

ترتیب کیا ہے پہلا قدم کیا تھا سب سے پہلا کام ''دعوت'' تھا ابھی میں گن رہا ہوں اس کے بعد ان کی وضاحت سامنے آئے گی دعوت کے نتیجے میں جو لوگ اکھٹے ہوں انہیں منظّم کرنا ایک جماعت کی شکل میں نظم جماعت میں پرو لینا نثر اور نظم میں یہی فرق ہے اگر منتشر دانے ہیں تو وہ نثر ہے اور اگر ایک لڑی میں پرو دیا جائے تو وہ ایک نظم ہے تو جو اس دعوت کو قبول کرتا جائے اس کو نظم کا حصہ بنایا جائے جماعت کا حصہ بنایا جائے۔ پہلے دعوت دوسرے نمبر پر تنظیم اور تیسرے نمبر پر تربیت جو لوگ شامل ہو رہے ہیں ان کی ایک خاص نہج پر تربیت کرنی ہے یہی وہ انقلابی گروپ ہے جس نے باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑنا ہے ٹریننگ ضروری ہے اور تربیت لازمی ہے ان تین کاموں کے ساتھ ساتھ ایک چوتھا معاملہ جو پورے مکی پیریڈ میں ان سب پر حاوی تھا وہ ہے 'صبر محض' ہاتھ بندھے رکھو مدافعت میں بھی ہاتھ نہیں اٹھا سکتے یہ چار مراحل کہیے یا ایک مرحلے کے تین حصے کہئے، صبر محض کا مرحلہ ہے اس میں دعوت، تنظیم اور تربیت ہے یہ کام تیرہ برس مسلسل ہوتا رہا انہیں ہم کہہ سکتے ہیں انقلاب نبوی یا منہج نبوی کے ابتدائی مراحل سورۃ المائدۃ کے ساتویں رکوع کی آیت شروع میں تلاوت کی تھی اس رکوع میں توراۃ کا بھی ذکر ہے انجیل کا بھی ذکر ہے قرآن کا بھی ذکر ہے اور اصل موضوع ہے کہ اب شریعت کو قائم اور غالب ہونا چاہئے۔ شریعت کس لئے دی ہے کیا اس لئے کہ اس کے قصیدے پڑھو اس کی شان میں مقالے لکھو یا قرآن مجید جو تمہیں عطا ہوا ہے اس کا ثواب مردوں کو پہنچاؤ؟ شریعت دی گئی ہے قائم و نافذ کرنے کے لئے، وہیں پر یہ بات آئی کہ جو تین کتابیں آئی ہیں تورات انجیل اور اب قرآن آ گیا اور ساتھ ہی فرمایا (لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا) ''تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے معین کیا ایک شریعت کو اور ایک طریقۂ کار کو'' شریعتوں کے اندر تھوڑا بہت فرق ہے

دین ایک ہی تھا اس امت کے لئے شریعت میں بہت نرمی ہے صرف جمعے کے احکامات کو دیکھ لیجئے وہاں پورا دن پابندی ہے اور یہاں اوسطاً صرف دو گھنٹے اسی طرح روزہ کا معاملہ ہے وہاں روزہ رات سے ہی شروع ہو جاتا تھا جب سوئے روزہ شروع ہو گیا پابندی شروع ہو گئی تو شریعت کے احکام میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے اسی طرح منہاج اور منہج بھی ہم نے سب کو الگ الگ دیا نبی اکرم ﷺ کا جو منہج تھا وہی اصل میں ہمارے لئے اصل حجت ہے اسوۂ رسول وہ ہے اور آپ کا منہج کیا ہے مکی دور میں یہ تین کام دعوت، تنظیم اور تربیت، اور اس پورے عرصے میں حکم یہ ہے کہ (کُفُّوا اَیدِیَکُمْ) ہاتھ بندھے رکھو تم پر تشدد کیا جائے اور تمہارے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تمہیں کباب کی طرح بھون کر رکھ دیا جائے تو بھی جواباً RETALIATE نہیں کر سکتے یہ ابتدائی مراحل ہیں۔

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے

تکمیلی مراحل ہمیں مدنی دور میں نظر آتے ہیں وہ یہ ہے کہ اب سسٹم کو چیلنج کرنا ہے جو نظامِ باطل کا مراعات یافتہ طبقہ ہے اسے للکارنا ان کی دکھتی رگ کو چھیڑنا اور پھر اس کے نتیجے میں جب وہ جوابی حملہ کریں گے تو اب ''مسلح تصادم'' (ARMED CONFLICT)، یہ ہیں وہ مراحل جو ہمیں درجہ بدرجہ نظر آتے ہیں اور ان میں سے چار ابتدائی مراحل ہیں میں چاہوں گا کہ پہلے ہم ان کو ایک ایک کر کے سمجھیں۔

پہلا مرحلہ دعوت کا ہے اور یہ جان لیجئے کہ دنیا کا کوئی بھی انقلاب کسی بھی نوع کا ہو اس کا سب سے پہلا مرحلہ یہی ہوگا انقلابی نظریے کی ترویج و اشاعت (PROPAGATION) اس سے ایک جماعت وجود میں آتی ہے جو لوگ اس نظریے سے علمی طور پر، ذہنی طور پر متاثر ہوتے ہیں یا متفق ہوتے ہیں وہ قریب آتے ہیں۔ ابھی زیادہ دور کی بات نہیں ہے کہ 'مارکسزم' بھی ایک نظریے کے طور پر یہاں موجود تھا اسی گلوب کے اوپر بڑے بڑے ذہنوں کو اس نے بھی مسخر کیا تھا ایک انقلابی جماعت وجود میں آئی تھی انہوں نے بڑی بڑی قربانیاں بھی دی ہیں کبھی ان کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے ایک نظریے نے انہیں POSESS کر لیا تھا دلوں اور ذہنوں کو اس نے اپیل کیا اور اس کیلئے وہ سب کچھ لٹانے کو تیار ہو گئے۔ تو پہلا کام جو ہے وہ دعوت کا ہے اس انقلابی نظریے کی تبلیغ، ترویج اور اس کی اشاعت نبی اکرم ﷺ نے یہ کام کیسے کیا (وَاَنذِرْ عَشِیرَتَکَ

الۡاَقۡـــرَبِيۡــنَ) دیکھئے ایک شخص سے بات شروع ہوئی تھی فرمایا سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کوخبردار کرو، آپ کے پاس یہ انقلابی پیغام کونسا تھا؟ یہ قرآن! اس میں انقلابی نظریہ کیا تھا؟ توحید! شرک کی ضد ہے ان بتوں میں کچھ نہیں ہے اس کائنات میں کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے اختیار کا مالک صرف ایک ہے مشکل کشا حاجت روا خالق مالک رازق وہ ہے اور اسی کی توحید پر مبنی نظام اب یہاں قائم ہوگا اللہ اکبر وہ سب سے بڑا ہے ہر معاملے میں اس کی برتری کو بڑائی کو ماننا پڑے گا۔ یہ نظریہ توحید ہے۔ آپ نے شروع کیا قریبی رشتہ داروں کوخبردار کرو(وَاَنۡــذِرۡ عَشِيۡـرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡن) اس مرحلے سے گزرے تو(فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَر)اب ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرو، کوہ صفا پر کھڑے ہوکر آپ نے نعرہ لگایا اور لوگ جمع ہوئے اور پھر آپ ﷺ نے دعوت پیش فرمائی، اور اس طریقے سے بات آگے بڑھی ہے لیکن آپ ﷺ کی ساری جدوجہد مکہ کے اندر FOCUS تھی۔ اس وقت پوری سیرت تو میں بیان نہیں کرسکتا جو اہم بات نوٹ کرنے کی ہے وہ یہ کہ دعوت کا مرکز ومحور قرآن تھا اس لئے کہ انقلابی نظریہ یہ قرآن ہے ہمارا انقلابی لٹریچر یہ قرآن ہے اور جہاں جاتے تھے یہی پیش فرماتے تھے اور اسی کا حکم ہے قرآن مجید میں (فَذَكِّـرۡ بِـالۡـقُـرۡاٰنِ مَـنۡ يَّـخَـافُ وَعِيۡـدِ)اے نبی اس قرآن کے ذریعے سے وعظ ونصیحت کیجئے (وَاَنۡذِرۡ بِهِ الَّذِيۡنَ يَخَافُوۡنَ)خبردار کیجیے اس قرآن کے ذریعے سے، تبشیر کیجئے اس قرآن کے ذریعے سے تو یہ سارا کام جو آپ نے کیا اس دعوت کا مرکز ومحور، آلۂ دعوت یا آلۂ انقلاب یہ قرآن مجید ہے اس دعوت کے نتیجے میں لوگ جمع ہونا شروع ہوئے سب سے پہلے چار ہوئے اولین ایمان لانے والوں کے نام سب کو معلوم ہیں ان میں سب سے زیادہ شرف فضیلت حضرت خدیجہ رضی کو حاصل ہوا ہے وہ سب سے پہلے ایمان لائی ہیں پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر آپ کے منہ بولے بیٹے اور آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور پھر بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اس لئے کہ اس وقت کم عمر تھے، ایک سے چار ہوئے اور جو بھی ایمان قبول کرتا تھا وہ اس دعوت کے کام میں لگ جاتا تھا بلاؤ اللہ کی طرف (اُدۡعُ اِلٰـی سَبِيۡـلِ رَبِّكَ) بلاؤ لوگوں کو اس قرآن کی طرف اور انہیں خبردار کرو آخرت سے تمہاری زندگی کا اہم مسئلہ آخرت میں اللہ کے عذاب سے، خسارے سے اور جہنم کی آگ سے بچنا ہے، تمہیں اندازہ نہیں ہے تم سمجھتے ہو کہ موت پر زندگی کا خاتمہ ہے؛

نہیں! موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے اصلی زندگی تو پھر شروع ہونی ہے یہ وہ اصل انقلابی پیغام ہے۔

اب جو لوگ آ رہے ہیں آپ ﷺ انہیں ایک نظم کے اندر پرو رہے ہیں اور اس کے لئے مسنون طریقہ جو ہمیں ملتا ہے وہ بیعت کا ہے یہی نظم جب آگے بڑھا ہے اور 10 نبوی میں مدینہ کے چند لوگ ایمان لے آئے اور پھر 11 اور 12 نبوی میں 75 افراد آ گئے تو آپ نے مدینہ کے اندر نظم بنایا اور بیعت کو اس کی بنیاد بنایا۔ عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ بیعت عقبہ ثانیہ میں 75 افراد مدینے سے آئے تھے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ جو بارہ نقیب آپ ﷺ نے متعین فرما دیئے ہیں اب ان کی سمع و طاعت ہوگی یہ 75 افراد اب وہاں ایک نظم کے تحت رہیں گے اور اب وہ اس انقلابی کام کو مدینہ کے اندر آگے بڑھائیں گے۔ بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہ وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ۔ (متفق علیہ)

یہ ہے تنظیم کا طریق کہ لوگوں کو بیعت کے ذریعے سے ایک نظم میں پرونا ہے اور پھر انہیں اس نظم کا، سمع و طاعت کا خوگر بنانا اس لئے کہ اگر وہ جماعت DISCIPLINED نہیں ہے تو وہ کوئی بڑا اقدام نہیں اٹھا سکتی وہ تو ایک MOB ہے۔ جب ان کو آواز دی جائے گی تو کسی کا رخ کسی طرف ہوگا اور کسی کا رخ کسی طرف، ایک ڈسپلنڈ جماعت چاہئے اس کی تیاری ہو رہی ہے پھر ان کی تربیت کا اپنا ایک نہج ہے اس کی کئی DIMENSIONS ہیں ایک طرف اللہ سے تعلق کو مضبوط کرنا اور اس کے لئے اصل ذریعہ قرآن کی کثرت سے تلاوت کرنا (اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ) مکی دور ہے تھوڑا سا قرآن ابھی نازل ہوا ہے اور جستہ جستہ نازل ہو رہا ہے اور سورۃ المزمل میں فرمایا جاتا ہے کہ آدھی شب، دو تہائی شب، ایک تہائی شب کو قرآن پڑھتے رہا کرو (وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا) اور قرآن ہی گواہی دیتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بڑی تعداد میں آپ کے جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے آپ کو اس حکم کا پابند سمجھا اور اس کا معمول بنایا اور یہ قرآن اصل میں تربیت کا ذریعہ بھی ہے اور تزکیہ کا ذریعہ بھی، (اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ھِیَ

اَشَدُّ وَطْاً) رات کے وقت جاگ کر قرآن کا پڑھنا نفس کو کچلنے اور اس کے بے لگام گھوڑے کو قابو کرنے کے بہت مفید و مؤثر ہے یہ تزکیہ و تربیت کا عمل ہو رہا ہے اور اس تلاوتِ قرآن کے نتیجے میں ایک اور اہم بات ایمان کی گہرائی اور پختگی ہے اور وہ کیفیت کہ (وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ) جو سچے اہل ایمان ہیں وہ اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں؛ یہ کب پیدا ہوتی ہے جتنا آپ قرآن کو پڑھیں گے اور سمجھ کر پڑھیں گے اور اس میں غور و فکر کریں گے اللہ کی عظمت کا احساس گہرے سے گہرا ہو گا وہی پھر شدید ترین محبت کا مرکز بن جائے گا اسی طریقے سے اللہ کے ساتھ وفاداری کا جذبہ اور غیرت و حمیتِ دینی کہاں سے ملے گی تلاوت قرآن کے ذریعے سے لیکن یہ کام ہو رہے ہیں اور ان کے اندر غیرت و حمیت دینی جوش مار رہی ہے ساتھ ساتھ ایک سخت امتحان سے دوچار کر دیا گیا اور وہ یہ تھا کہ ہاتھ بندھے رکھو (کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ) بہت دل کرتا ہو گا تمہارا کہ بیت اللہ میں جو تین سو ساٹھ بُت رکھے ہیں جا کر ایک ایک کو چکنا چور کر و لیکن نہیں ہاتھ روکو ابو جہل نے ظلم اور زیادتی کی انتہا کر دی ہے کتنے مسلمانوں کے دلوں میں آتا ہو گا کہ یہ جان تو اللہ کی ہے لیکن اس خبیث کو تو زندہ نہ چھوڑا جائے ذرا اجازت تو ہو اشارہ تو ہو نہیں ہاتھ بندھے رکھو یہاں تک کہ حضرت خباب بن الارتؓ کے ساتھ انہوں نے یہ کیا کہ واقعتاً آگ کی ایک تہہ بچھائی سلگتے ہوئے انگاروں پر ننگی پیٹھ کر کے لٹا دیا اور اوپر بھاری پتھر رکھ دیا اپنی طرف سے تو کباب بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اللہ نے ان کی جان بچالی (کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ) RETACIATE بھی نہیں کر سکتے مدافعت میں اپنا ہاتھ بھی نہیں اٹھا سکتے جھیلو اور برداشت کرو جو تم پر ہو رہا ہے۔ وہ بھی برداشت کرو اور جو تمہارے سامنے ہو رہا ہے۔ وہ بھی برداشت کرو یہ ٹریننگ بہت سخت ٹریننگ ہے۔ انہی امتحانات میں سے گزر کر ان میں سے ہر ایک زرِ خالص بنتا چلا گیا۔

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

یہ تربیت کا عمل ہو رہا ہے، ایسے افراد تیار ہوئے ہیں جو اس انقلابی جماعت کا NUCLEUS تھے اور ان میں سے ہر ایک ہزار ہزار پر بھاری تھا تو یہ امتحان بہت سخت تھا لیکن تیرہ برس مکی دور یہی رہا۔ یہاں پر نوٹ کیجئے گا کہ یہ بھی ان تیرہ برسوں میں جہاد ہو رہا ہے اس کو بھی

قرآن نے کہا کہ یہ جہاد ہے سورۃ فرقان میں فرمایا(وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا)لیکن تلوار ہاتھ میں نہیں ہے شمشیر بے نیام ہاتھ میں نہیں ہے ایک اور شمشیر ہے شمشیر قرآنی اس کے ذریعے لوگوں کو گھائل کرو اس کی دعوت پہنچاؤ اور قرآن کی اپنی ایک تاثیر ہے اس تاثیر کے ذریعے لوگوں کے اندر ایک انقلاب آئے گا پہلے باطنی انقلاب ضروری ہے اور اس کے بعد خارجی انقلاب کی طرف پیش قدمی ہوتی ہے تو تیرہ برس تک جو جہاد ہوتا رہا اس میں شمشیر قرآنی مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی ہے ہجرت کے بعد نیا مرحلہ آیا ہجرت کے نتیجے میں مسلمانوں کو ایک BASE ایک مرکز ایک ٹھکانہ فراہم ہوا قرآن مجید نے اسے ایک پناہ گاہ کہا ہے(وَاذْكُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ)ذرا یاد کرو مکے میں تمہارا کیا حال تھا تو پھر اللہ نے تمہیں پناہ دے دی، وہ بہترین پناہ گاہ عطا ہوئی اور وہاں پر اعوان وانصار بھی میسر آ گئے تیرہ سالہ مکی دور جہاں نبی اکرم ﷺ خود دعوت دے رہے تھے سیرۃ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بمشکل ڈیڑھ سو دوسو افراد ایمان لائے مدینہ میں تین برس کام ہوا اور وہاں پر اوس وخزرج دو مقامی قبیلے ایمان لے آئے وہاں تو انتظار ہو رہا تھا اب کیا وجہ تھی اس تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے اللہ ﷻ کی حکمت ہے اب یہاں سے جو ڈیڑھ سو دوسو لوگ گئے ہیں ان میں سے ایک ایک ہزار پر بھاری ہیں اور اصل نیوکلیئس اس جماعت کا یہ ہیں وہاں سے ان کے اعوان وانصار اور مددگار بڑی تعداد میں فراہم ہو گئے اب آپ اس پوزیشن میں آ گئے کہ کفر کی طاقت کو چیلنج کر سکیں چنانچہ وہ حکم جو تھا کہ(كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ)اب وہ ساقط ہو گیا(اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا)اب اجازت دیدی جاتی ہے جو غیرت اور حمیت تمہارے اندر جوش مار رہی تھی اب موقع ہے اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتے ہو اور نہ صرف اجازت ہوئی بلکہ کچھ عرصے بعد حکم آ گیا کہ(كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ)اب مرحلہ وہ ہے کہ جنگ کرنا اے مسلمانو تم پر فرض کر دیا گیا، کہاں یہ حکم تھا کہ ہاتھ بھی نہیں اٹھا سکتے خواہ کچھ ہو جائے اب کہاں یہ حکم کہ اب جنگ کرنا فرض ہے گویا اب یہ انقلابی مرحلہ ایک نئے فیز میں داخل ہوا تصادم پہلے بھی ہو رہا تھا لیکن وہ PASSIVE تھا یکطرفہ تھا وہ ظلم کر رہے تھے زیادتی کر رہے تھے تشدد کر رہے تھے اور PERSECUTE کر رہے تھے یہاں فرمایا کہ اب تمہیں بدلہ لینا ہے اب بیت اللہ کو مشرکوں

کے تسلط سے آزاد کروانا ہے رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنا ہے اس کے لئے جہاد فرض ہے یہ مرحلہ کب آیا جب آپ اس پوزیشن میں ہوگئے کہ اتنے اعوان وانصار میسر آگئے کہ باطل کو چیلنج کیا جاسکے اور باطل کی قوت اس وقت اصل میں قریش مکہ تھے چنانچہ غزوۂ بدر سے پہلے آٹھ مہمیں حضور اکرم ﷺ نے روانہ کی ہیں اور ان سب کا حاصل یہ تھا کہ قریش کی جو LIFE LINE تھی ان کے شام کی طرف اور یمن کی طرف قافلے جاتے تھے جو CARAVAN ROUTES تھے انہیں مخدوش بنادیا مشرکینِ مکہ کو احساس ہوا کہ ہمارے قافلے اب محفوظ نہیں ہیں، یہ ہے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنا اور سانپ کو بل میں سے باہر نکالنا۔ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ آپ نے براہ راست حملہ کیوں نہیں کیا مکہ سرزمین حرم ہے وہاں خود جنگ چھیڑنا اور جنگ کرنا حرام ہے ہاں اگر کوئی تمہارے ساتھ سرزمینِ حرم میں جنگ کرے تو جواباً تم کر سکتے ہو اب اس کا جواز ہے تمہارے پاس۔ سب سے پہلے اقدام کے ذریعے ان کی دکھتی رگ کو چھیڑا گیا اس کے نتیجے میں غزوہ بدر ہوا اور وہ سانپ بل سے باہر آیا اور پھر پہلا بڑا نقصان انہیں اٹھانا پڑا غزوۂ بدر میں جب ان کے 70 مارے گئے اور تمام بڑے بڑے سرکردہ سردار ختم ہوئے سوائے دو کے ایک ابولہب جو گیا ہی نہیں تھا اور غزوۂ بدر کے کچھ عرصہ بعد انتہائی موذی مرض میں مبتلا ہوا وہ ایسا مرض تھا کہ کوئی اس کے پاس نہیں جاتا تھا اور بہت ہی عبرتناک انداز میں اس کا خاتمہ ہوا اور دوسرے ابوسفیان تھے جو قافلہ لے کر گئے تھے جس قافلے کے پیچھے آپ ﷺ نکلے تھے اور بعد میں پھر وہ ایمان لے آئے باقی سب ختم ہوگئے اتنا بڑا انہیں چرکہ لگا ہے لیکن وہاں سے جو مسلح تصادم کا آغاز ہوا غزوۂ بدر پھر غزوۂ احد اور بہت سے چھوٹے موٹے سرایا اور غزوات بھی ہوئے اور پھر سب سے بڑا غزوہ احزاب ہوا اور اس کے بعد قریش نے آپ کو قوت کی حیثیت سے تسلیم کرلیا اور صلح حدیبیہ ہوئی لیکن اب آپ کی حیثیت اتنی ہوگئی تھی کہ اسلام تیزی سے پھیلا ہے اور اسی دور میں آپ نے بیرون ملک خطوط بھیجے ہیں اس لئے کہ اسلام کو اب جزیرہ نما عرب میں ایک اہم قوت کی حیثیت سے تسلیم کرلیا گیا جن کے ساتھ قریش معاہدۂ امن کررہے ہیں دس سال جنگ بندی کا معاہدہ ہوا۔ یہ سب کچھ کیسے حاصل ہوا چونکہ اس حوالے سے بھی غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں کہ جنگ اور قتال سے کچھ نہیں ہوا صلح سے اچھے نتائج نکلے ہیں یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے صلح پر وہ آمادہ کیوں ہوئے تھے وہ تو محمد رسول

اللہ ﷺ اوران کے ساتھیوں کو کوئی حیثیت دینے کو تیار نہیں تھے لیکن ان کو آمادہ ہونا پڑا اس لئے کہ ان غزوات کے نتیجے میں ان کی قوت ختم ہو چکی تھی یہ تو دس سال کا NO WAR PACT تھا جو انہوں نے کیا ہے اور جب ان کی اپنی غلطی سے صلح ٹوٹ گئی تو ابوسفیان خود آئے تھے منتیں کر رہے تھے کہ صلح کی تجدید کر لو نبی اکرم ﷺ نے نہیں کی، صلح مقصود نہیں تھی وہ اس راستے کا اک حصہ تھا جس کا آپ نے فائدہ اٹھایا۔ بہر کیف 8 ہجری میں مکہ فتح ہوا (جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اَنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا) 9 ہجری میں غزوۂ حنین ہوا کہ جزیرہ نمائے عرب کے کچھ اور قبائل رہ گئے تھے جو ابھی تک باغی تھے اور اسلام کی بالادستی کو قبول نہیں کر رہے تھے فائنل معرکہ ان کے ساتھ ہوا اور پھر کل جزیرہ نمائے عرب پر اللہ کا پرچم لہرا گیا۔ اور 10 ہجری میں حجۃ الوداع پر یہ مشن نبی ﷺ امت کو سنبھلوا کر امت کے کندھوں پر ڈال کر رخصت ہو گئے۔ یہ کام اس طور سے آپ ﷺ نے کر کے دکھایا اور پھر جو کام آپ نے کیا تھا وہ اپنی اصل شکل خلافت راشدہ کی صورت میں ظاہر ہوا دو بڑے براعظموں پر اسلام پھیل گیا اور بڑا HUGE نظام وجود میں آیا وہ لوگ جو امی تھے جنہیں قرآن نے 'قَوْماً لُدًّا' کہا جھگڑالو وہ پوری دنیا کے امام بن گئے علم میں ثقافت میں کلچر میں اخلاق میں ہر ہر میدان میں وہ امام بن گئے۔

راستہ ہمارا (2)

حافظ عاکف سعید

یہ وہ عظیم انقلاب تھا جو نبی اکرم ﷺ نے برپا کیا، ہمیں جو اس سے رہنمائی ملتی ہے وہ یہ ہے کہ انہی خطوط پر کام کریں گے تو معاملہ آگے بڑھے گا دین کو قائم اور غالب کرنے کا یہی راستہ ہے میں نے سورۃ ال عمران کی آیت 104 تلاوت کی تھی کہ مسلمانوں کے ماحول میں آپ کیسے کام کریں گے؟ فرمایا وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اے مسلمانو! تم میں ایک جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو خیر (قرآن) کی طرف بلائے اور انہیں نیکی کی تلقین کرے اور منکرات سے گناہوں سے منع کرے، روکے اور یہ روکنا بھی اس انداز سے ہے کہ پہلے زبانی سمجھانا ہے اور پھر قوت کے استعمال سے روکنا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی ہیں جو فلاح سے ہمکنار ہونے والے ہیں کامیاب ہونے والے ہیں، اگر پوری امت غافل ہے سوگئی ہے اور اپنے فرائض منصبی کو بھول چکی ہے اور نبی اکرم ﷺ کے مشن کو فراموش کر بیٹھی ہے تو جن کی آنکھیں کھل جائیں جنہیں اللہ تعالی ان کے فرائض دینی یاد کروادے کسی بھی ذریعے سے وہ مسبب الاسباب ہے سبب وہ بناتا ہے تو وہ کیا کریں؟ تو اب وہ ایک جماعت کی شکل اختیار کریں اور وہی دعوت کا کام کریں جو نبی اکرم ﷺ کا دعوت کا کام تھا (يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ) لوگوں کو دین کی طرف بلانا اور الخیر کا اولین مصداق قرآن مجید ہے هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ آپ ﷺ کی دعوت کا مرکز ومحور بھی قرآن تھا اور اب جو جماعت یہ کام کرے گی وہ بھی لوگوں کو اسی قرآن کی طرف بلائے گی اس لئے کہ دین کی جڑ بنیاد قرآن ہے ہم

نے قرآن کو چھوڑا ہے تو کل دین کو چھوڑ دیا۔

ے وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

اب دوبارہ امت کو قرآن کی طرف بلاؤ انہیں دعوت دو کہ وہ اپنی دینی ذمہ داریوں کو پہچانیں اور اس کے لئے کمر بستہ ہو جائیں اب جو لوگ اس قرآن کی دعوت کو قبول کرتے جائیں انہیں ایک جماعت کی شکل اور تنظیم کی شکل دی جائے اور ان کی تربیت کا اہتمام کیا جائے اور یہاں وہی اصول ہوں گے جو نبی اکرم ﷺ کے ہاں ہمیں ملتے ہیں انہی اصولوں پر جماعت بنے گی اسی قرآن کی دعوت ہوگی وہی تربیت کا اہتمام اور پھر جب تک ایسی قوت ہاتھ میں نہیں آجاتی کہ آپ باطل نظام کو چیلنج کرسکیں وہی حکم (کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ) ہاتھ بندھے رکھو اور یہ دعوت کا کام کرتے رہو

ے با نشۂ درویشی در ساز و دما دم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زن

پختہ ہو جاؤ تو اپنے آپ کو سلطنت جم پر دے مارو لیکن اس وقت تک وہی چار کام جو مکہ مکرمہ میں ہو رہے تھے دعوت، تنظیم، تربیت اور اس کے ساتھ صبر محض' یہ کام کرنا ہے لوگ جمع ہوتے جائیں ان کی تربیت ہو انہیں ان کی دینی ذمہ داریاں یاد کروائی جائیں کہ بحیثیت مسلمان سب سے پہلے اپنے وجود پر اس دین کو قائم کرو اللہ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اختیار کرو صرف نماز کے معاملے میں نہیں کل زندگی میں اسلام کا تو مطلب ہی یہ ہے۔ اور تیاری کرو اس بڑے فرض کی ادائیگی یعنی شہادۃ علی الناس اور اقامت دین کے لئے، اپنے آپ کو نظم کا خوگر بناؤ اس کے لئے جو ضروری تربیت ہے وہ ہے تعلق مع اللہ، قرآن کا پڑھنا اور تہجد کا اہتمام کرو۔ یہ سارے کام کرتے ہوئے ایک راستہ تو وہی ہے کہ جب اتنی قوت حاصل ہو جائے کہ جہاں وہ جماعت کام کر رہی ہے اس ماحول میں باطل نظام کو اب چھیڑ سکیں للکار سکیں تو یہاں پر بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کے مطابق ایک فاسق و فاجر مسلمان حکمران کے خلاف خروج جائز ہے جہاد بالسیف بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ آپ نے کفار سے کیا تھا جب اتنی قوت حاصل ہوگئی۔ یہ جو بیٹھے ہوئے ہیں یہ کون یہ باطل کے ایجنٹ ہیں چاہے زبان سے نام لیتے

ہوں اللہ اور رسول ﷺ کا۔ یہ دینی اقدار کی بیخ کنی کرنے والے ہیں یہ طاغوتی نظام کو یہاں قائم کرنے والے ہیں یہ وہ ہیں جنہوں نے پورے نظام کو سنڈ اس بنادیا ہے(وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ــــــــــ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ــــــــــ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ)تو اسی منہج کے تحت اگر اتنی قوت حاصل ہوگئی۔ کہ اس نظام کو چیلنج کرسکو مقابلے پر اس کو تو میں نے عرض کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ خروج جائز ہے شرط یہ ہے کہ اتنی قوت اس جماعت نے حاصل کرلی ہو کہ دنیاوی CALCULATION کے اعتبار سے اس کی کامیابی یقینی نظر آنے لگے یہ ہے وہ قوت کا مرحلہ جو مدنی دور میں حاصل ہوا چیلنج اور مسلح تصادم اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا مَامِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ اُمَّةٍ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ اللہ ﷻ نے مجھ سے پہلے جتنے بھی نبی بھیجے ہیں ان کیلئے ان کی امت میں سے کچھ حواری اور اصحاب ہوتے تھے يَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ یعنی ان کے مخلص اور جاں نثار حواری اور اصحاب جو اس رسول کی سنت کو مضبوطی سے تھام لیتے تھے اور اس کے حکم کے مطابق چلتے تھے ہر حکم سر آنکھوں پر ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهٖ خُلُوْفٌ پھر ایسا ہوتا رہا کہ ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ (اوپر) آجاتے تھے يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وہ کہتے تھے وہ باتیں جو وہ کرتے نہیں تھے دعوی تو ہے ایمان کا عمل اس کے خلاف ہے دعویٰ تو ہے عشق رسول کا اور عملاً سنت رسول کا استہزاء کرتے ہیں وَيَفْعَلُوْنَ مَالَا يُؤْمَرُوْنَ اور کرتے وہ تھے جس کا ان کو حکم نہیں دیا گیا شریعت کے احکام پر تو عمل نہیں ہورہا لیکن دین کے نام پر کچھ بدعات ایجاد کرلیں ان کا بڑا اہتمام والتزام ہے جب یہ معاملہ ہوجاتا تھا گویا یہ آخری درجے کی خرابی ہے اب فرمایا! فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَمُؤْمِنٌ اور جو کوئی ایسے ناخلف لوگوں سے اور ایسے حکمرانوں سے جو یہ کام کررہے ہوں قوت کے ساتھ جہاد کرے تو وہ شخص واقعی مومن ہے گویا جہاد بالسیف اور مسلمان حکمران کے خلاف خروج نبی ﷺ کا واضح پیغام ہے بلکہ ایمان کا تقاضا وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ اور جو ان کے ساتھ زبان سے جہاد کرے فَهُوَمُؤْمِنٌ ــــــــــ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ اور جو دل سے جہاد کرے فَهُوَمُؤْمِنٌ وہ بھی ایمان والوں میں شامل ہے لیکن وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ یہ منکرات کو

دیکھ کرکسی کی راتوں کی نیند حرام نہیں ہورہی اوروہ زبان سے بھی کچھ نہیں کہہ رہا اور عملاً بھی کچھ نہیں کہہ رہا تو اس کے بعد تو ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے۔تو اگر اتنی قوت ہے کہ اس نظام کو چیلنج کیا جا سکے تو اس کی بھی گنجائش ہے یہ بالکل عین منہج نبوی ﷺ کے مطابق ہوگا اور تعلیمات نبوی کے مطابق ہوگا لیکن قوت کے اظہار کا ایک طریقہ اور بھی ہے جو آجکل استعمال کیا جارہا ہے اور بہت معروف ہے یہ نہیں ہے کہ صرف تنظیم اسلامی اس کا نام لے رہی ہے یہ SHORT OF THAT اتنی تیاری کہ آپ ایک جمے ہوئے نظام کے خلاف اس کے مقابلے پر دوبدو آئیں شاید جتنی تیاری اس درجے کیلئے درکار ہے اس سے بہت پہلے قوت کے اظہار کا ایک مقام آسکتا ہے جو آجکل ایک معروف طریقہ ہے اور وہ ہے عوامی تحریک کے ذریعے پریشر گروپ بنا کر دھرنا دینا اور یہ دھرنا دینا جو ہے اس کو زیادہ شہرت تو ہمارے محترم قاضی حسین احمد صاحب نے عطا فرمائی ہے یہ بھی ایک طریقہ ہے کسی حکومت کو گرانے کا کسی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کا کہ ہم حکومت کے خاتمے تک کے ہم دھرنا دیں گے اور تحریک چلائیں گے جیل بھرو اور لاٹھی چارج کرو لاٹھیاں برساؤ گولیاں چلاؤ ہم نہیں ہٹیں گے یہ طریقہ وہ ہے جو آجکل معروف ہے مجھے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے جماعت اسلامی کے کئی دھرنے معروف ہیں پچھلے دنوں بھی قاضی صاحب نے دھرنے کی کال دی تھی کہ ایک لاکھ یا دو لاکھ افراد جا کر دھرنا دیں گے وہ نہیں ہوسکا اس پر تنقید مقصود نہیں ہے بلکہ اشارہ کررہا ہوں کہ دھرنا دے کر ایک عوامی تحریک کی شکل میں پریشر گروپ بنا کر حکومت کو مجبور کرنا کہ یا تو وہ اس جگہ سے ہٹ جائے یا دین شریعت کو قائم و نافذ کرے ہمارے مطالبات مانے، یہ بھی قوت کے اظہار کا ایک معروف طریقہ ہے۔جب جنرل ضیاء الحق صاحب مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر آئے تھے پچاس ہزار شیعوں نے اسی ایشو کے اوپر ایک دھرنا دیا تھا کہ جو آپ نے زکوٰۃ کا نظام نافذ کیا ہے اس کو ہم نہیں مانتے ہمیں EXEMPT کیا جائے پچاس ہزار بیٹھ گئے اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی ناک رگڑ وادی انہوں نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا ان کو EXEMPT کردیا۔ پاکستان ایک بڑا ملک ہے اس میں ایسے لوگ جو خود شریعت پر عامل ہوں اپنی ذات پر اپنے وجود پر دین کو قائم کرنے کے لئے ابتدائی مراحل سے گزر چکے ہوں نظم وضبط کے خوگر ہوں DISCIPLINE کے عادی ہوں تربیت کے مراحل سے گزرے

ہوں یہ ساری باتیں آ چکی ہیں،ایسے دو لاکھ افراد اگر آ کر دھرنا دیں پریشر برقرار ہوگا تو یقیناً حکومت وہ مطالبے مانے گی اسے ماننا پڑے گا شریعت نافذ کرو تم کہتے ہو ہم مسلمان ہیں اور آئین کے اندر قرآن وسنت کی بالادستی طے ہے لیکن یہ ہو کیا رہا ہے یہ من مانیاں کیوں کر رہے ہیں اس لئے کہ کوئی عوامی دباؤ ابھی تک BUILD-UP نہیں ہو سکا جب تک ایک نیوکلیئس کسی جماعت کا مضبوط نہ ہو صرف آپ کی کال پر ہو سکتا ہے کہ بہت سے ادھر ادھر سے آجائیں لیکن جب تک ایک مضبوط نیوکلیئس نہیں ہوگا وہ انقلابی جماعت جو انقلابی مراحل سے گزر کر یہ سارے امتحان پاس کر کے نہ آئی ہو اس وقت تک اس انقلاب کو سنبھالنا اور اس کو ESTABLISH کرنا ممکن نہیں ہوتا بلکہ فساد ہی فساد ہوتا ہے تو وہ انقلابی جماعت لازم ہے وہ حزب اللہ جب میدان میں آئے گی تو پاکستان کے تمام اسلام پسند مخلص لوگ اس کا ساتھ دیں گے قیادتیں ہو سکتا ہے پیچھے رہ جائیں لیکن جب دیکھیں گے کہ ایک اسلام پسند جماعت اٹھی ہے اور وہ اسی منہج نبوی کے مراحل سے گزر کر سختیاں جھیل کر آئی ہے اپنے وجود کے اوپر اپنے گھر میں اسلام کو قائم کرنے کی کوشش کر کے آئی ہے اور اب قربانیاں دینے کے لئے واقعی تیار ہے تو پھر اور لوگ خاموش اکثریت بھی ساتھ دے گی، یہ ایک راستہ ہے یہ نہی عن المنکر بالید ہی کی ایک شکل ہے قوت کے اظہار کے لئے منکرات کا خاتمہ باطل نظام ختم اور TOTALLY قرآن وسنت کے نظام کی حکمرانی ہونی چاہئے سودی نظام ختم کرو یہ شیطانی تہذیب جس کے دروازے تم نے کھول دیئے ہیں یہ بے حیا مغربی تہذیب اسے ختم ہونا چاہئے یہ سارا کچھ تب ہی ہوگا جب ایک پریشر گروپ صحیح معنوں میں وجود میں ہو اور ایک مضبوط جماعت ہو اس کے بغیر یہ کام ممکن نہیں ہے اور ہم نے دیکھ بھی لیا کہ وہ کام انہوں نے کر بھی دیا تحفظ حقوق نسواں بل لیکن چونکہ دینی جماعتوں کے اندر وہ دم خم ہے نہیں وہ انقلابی رنگ رہا نہیں ہماری جو دینی تنظیمیں مدارس کی اور جو الیکشن کے باہر ہیں وہ بھی ORGANIZED اس انداز کی جماعتیں نہیں ہیں ان کے ساتھ متفقین اور محبین کا تو ایک گروہ ہے لیکن انقلابی جماعت کہاں ہے جو باطل نظام کو اکھاڑ کر دین حق کو قائم کرنے کیلئے ناگزیر ہے اور اس کا راستہ یہی ہے۔وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی لوگ ہیں جو حقیقتاً فلاح

پانے والے ہیں اور اصل میں یہ فلاح تو وہ ہے کہ جو اس راستے پر آ جائے۔ اللہ کی طرف سے ضمانت ہے۔ وہ اصل فلاح یعنی اخروی فلاح تو اس کے حصے میں آئے گی لیکن کیا عجب دنیا میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی کوششوں کو ان کی قربانیوں کو قبول فرمالے اور یہاں پر نظام کی تبدیلی کا امکان پیدا ہو جائے ہمارے نزدیک ہماری اصل ذمہ داری صحیح رخ پر علی وجہ البصیرۃ جدوجہد کرنا ہے قرآن وسنت ہمارے سامنے ہے اس کی روشنی میں اپنی منزل معین کیجیے راستہ طے کیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ راستہ صحیح کونسا ہے اور پھر آگے قدم بڑھایئے ہمارے مسلمان ہونے کا عین تقاضا یہ ہے کہ اپنے وجود پر بھی دین کو قائم کریں اور پورے معاشرے اور پورے نظام پر اللہ کی حکمرانی کو نافذ و قائم کرنے کیلئے جان و مال سے جہاد کریں وقت لگائیں محنت کریں اور قربانی دیں جان و مال کا ایثار کریں اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وآخر دعوٰنا ان الحمدللّٰہ رب العٰلمین

توہینِ رسالت علیہ الصلوۃ والسلام کیوں سنگین جرم ہے؟

انجینئر مختار فاروقی

مغربی پریس میں پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر حالیہ دنوں میں تمام عالم اسلام میں جس طرح کا ردّعمل سامنے آیا ہے اور شدید ترین احتجاج ہوا ہے اور ابھی جاری ہے وہ حالیہ تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔اس دوران مسلمان عوام نے جس طرح کے جذبات کا اظہار کیا ہے وہ ان نعروں اور بینرز کی عبارات سے ظاہر ہے جو احتجاجی مظاہروں اور جلوسوں میں سامنے آئے ہیں۔جن میں سے چند بطور نمونہ یہ ہیں۔

- ☆ توہین رسالت ﷺ سنگین جرم ہے۔
- ☆ توہین رسالت ﷺ کا مرتکب جہنمی ہے۔
- ☆ توہین رسالت ﷺ کا مرتکب واجب القتل ہے۔
- ☆ خاکوں کی اشاعت کرنے والوں کا علاج غازی علم دین شہید جیسے مجاہد ہیں۔
- ☆ توہین رسالت ﷺ یہودیوں کی سازش ہے۔
- ☆ خاکوں کی اشاعت مسلمانوں کی غیرت ایمانی کا چیلنج ہے۔
- ☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت صلیبی جنگوں کا آغاز ہے۔

یہ نعرے اور اسی طرح کے جذبات کے اظہار کے دیگر الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے نزدیک حضرت محمد ﷺ ایسی واجب الاحترام اور رفیع المرتبت ہستی ہیں کہ ان کی توہین کا سوچنا بھی جرم ہے اور اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے دفاع کے لئے جان کا نذرانہ پیش کرنا زندگی کی سب سے بڑی آرزو اور سعادت ہے اور ہر خاص و عام مسلمان اس کے لئے بے تاب و بے چین ہے۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ، وہ کونسی خاص بات ہے کہ، جس کی وجہ سے حضرت محمد ﷺ

کی بارگاہ میں سوئے ادب بھی جرم بن جاتا ہے اور نا قابل معافی کہیں تو بے جانہ ہوگا۔اس سوال کا جواب شاید ہر مسلمان کے دل میں تو ہو مگر اس کا کچھ معین الفاظ میں ڈھل کر زبان پر آ جانا اتنا عام بھی نہیں اور شاید اتنا آسان بھی نہیں۔

ان سطور میں اس بات کی وضاحت کی کوشش کی گئی ہے کہ نوعِ انسانی کیلئے حضرت محمد ﷺ کس طرح واجب الاحترام ہیں اور کسی دریدہ دہن کی زہر افشانی صرف مسلمانوں اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف ہی نہیں بلکہ انسانیت کے خلاف ہوتی ہے اور ایسی حرکتیں کس طرح انسانیت کے خلاف کسی خبیث روح کا ظہور اور کسی شیطانی الہام کا مظہر اور کسی گندے ذہن کی گندی سوچ کا مرقّع بن کر شعورِ انسانی پر ایک سیاہ داغ چھوڑ جاتی ہے جس کے اثرات نسلوں کو متاثر کر جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایسی ناپاک جسارتیں جو بظاہر معصوم ہی محسوس ہوں حقیقتاً سنگین نوعیت کا جرم اور CAPITAL PUNISHMENT کی سزاوار سمجھی جانی چاہییں۔

ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں تو یہ سوچ صرف مسلمانوں کی اپنے پیغمبر ﷺ ہی کے بارے میں نہیں ہے بلکہ تمام بانیانِ مذاہب جو حقیقتاً نہایت پاک سیرت اور اخلاقی، عملی اور نجی زندگی کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ معیار کے انسان تھے ان سب کے بارے میں ان کے پیروکار یہی سوچ رکھتے ہیں کہ ان کی توہین سنگین جرم ہے۔ اور یہ بات انسانی لاشعور کا حصہ ہے کہ ان پیغمبر حضرات علیہم السلام کی توہین پر ان کے پیروکاروں کو ویسا ہی اختیار اور حق مل جاتا ہے۔ جیسا کہ آج دنیا کی خود ساختہ عالمی طاقت امریکہ کو نشہءِ اقتدار میں اپنے اقتدار کے لئے خطرہ بننے والے کسی فرد، گروہ یا ملک پر بغیر پیشگی اطلاع کارروائی اور حملہ کا جواز حاصل ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی کارروائی آج کی اصطلاح میں ''دھشت گردی'' ہے۔ اور یہی اصطلاح ٹھیک ان توہین آمیز خاکوں پر بھی صادق آتی ہے جس سے مسلمانوں میں غازی علم دین شہیدؒ کا کردار ادا کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ انہیں بھی ایسے دھشت گردوں سے نمٹنے کے لئے کسی پیشگی اطلاع اور وارننگ کی ہرگز ضرورت نہیں رہتی۔

تفصیل میں جانے سے پہلے ایک بات اور بطور تمہید سامنے رکھنا ضروری ہے کہ

حضرت محمد ﷺ کی عظمت اور مقام کا ادراک مغربی دانشوروں کو تو کماحقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی مقامِ مصطفےٰ ﷺ کا تصور دھندلا سا گیا ہے اور ہم بھی یقین و ایقان اور CONVICTION کی دولت سے تہی دست نظر آتے ہیں۔ مغربی فکر اور فلسفہ میں کئی نسلوں سے جاری کوششوں کے نتیجے میں انسانی زندگی کو مذہب اور سیکولرازم میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور مذہب کا اثر و نفوذ بھی گذشتہ ایک صدی میں کم ہو کر صرف عقائد (DOGMA) عبادات (MODES OF WORSHIP) اور مذہبی و سماجی رسومات (SOCIAL COSTUMS & RITUALS) تک محدود ہو گیا ہے جبکہ زندگی کا وسیع تر گوشہ اجتماعی زندگی سمیت سیکولرازم کے زیر اثر آ گیا ہے اور یہ سوچ عالمی بن گئی ہے اور مسلمانوں کی بھی ایک قابل لحاظ تعداد اسی سوچ کی حامل ہی نہیں داعی و مبلغ بھی بن گئی ہے ان حالات میں اہل مغرب حضرت محمد ﷺ کے مقام کا شعور اور VISION ہی نہیں رکھتے۔ تو آپ ﷺ کی عظمت کا شعوری اظہار کیسے کر سکتے ہیں۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ انسانی زندگی کے جو گوشے آج مغرب نے اسلام دشمنی میں سیکولرازم کے ماتحت کر دیئے ہیں ان کے بارے میں تعلیمات پیغمبر ﷺ کا جائزہ لیں اور گہرائی میں جائیں تو مجھے یقین ہے کہ ہر مسلم و غیر مسلم عظمتِ مصطفےٰ ﷺ پر عش عش کر اٹھے گا اور یہ حقیقت سامنے آئیگی جو ایک شعر میں ذرا سے لفظی تصرف کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

ذرا انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر شخص پکارے گا کہ ہمارے ہیں محمدؐ

یوں تو انسانی زندگی ناقابل تقسیم وحدت ہے اور قدیم و جدید کا قصہ ہو یا ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ کی لکیر یا خواندہ اور ناخواندہ اقوام کا مفروضہ ــــــــــــــ انسانی زندگی ایک ہی طرح کے گوشوں میں پہلو بہ پہلو رواں دواں ہے۔ آج جن گوشوں کو مذہب کے اثرات سے پاک اور تجربہ اور مشاہدہ کی بنیاد پر آزاد سمجھا جاتا ہے وہ اجتماعی زندگی کے تین گوشے ہیں۔

1۔ حکومتی و سیاسی گوشہ

2۔ معاشی و اقتصادی گوشہ

3۔ سماجی و معاشرتی گوشہ

انسانی زندگی کی تاریخ میں مختلف ادوار میں انہیں میں سے کوئی نہ کوئی گوشہ اہمیت کا حامل رہا ہے پہلے معاشی گوشہ ذرا دبا ہوا تھا سیاسی جبر اور ظلم کی وجہ سے انسانی شعور نے آنکھ کھولی، کروٹ بدلی اور اجتماعی جدوجہد کے نتیجے میں انقلاب فرانس آیا سیاسی میدان میں عظیم پیش رفت سامنے آئی جمہوریت نے رواج پایا آج دنیا میں سیاسی گوشہ کیساتھ سماجی اور معاشرتی گوشہ پہلو بھی بہت نمایاں ہیں تاہم گزشتہ چند دہائیوں سے سب سے زیادہ اہم پہلو معاشی اور اقتصادی ہے

انسانی تمدن کی تاریخ میں ظلم و جور کا وجود بہت پرانا ہے اور انسان کے چند بگڑے ہوئے (PERVERTED) روّیوں میں سے ایک اہم رویّہ ہے۔ اس کے برعکس عدل، انصاف، برابری، کمزوروں کے ساتھ ہمدردی اور دکھی انسانیت کی خدمت بہت اعلیٰ انسانی رویّے ہیں تاریخ انسانی میں روئے ارضی پر چند مختصر ادوار کو چھوڑ کر ظلم اور ناانصافی کا ہی دور رہا ہے۔ تاہم یہ بات بھی بلاخوف کہی جا سکتی ہے کہ فرعون کا دربار ہو یا نمرود کا اسکندر کی محفلِ امراء ہو یا خسرو پرویز کی عمائدین سلطنت کی مجلس ہر دور میں ظلم کے خلاف حق بات کہنے والے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں اور انسانی رویوں کو ظلم کی راہ سے ہٹا کر انصاف اور برابری کی راہ پر ڈالنے کے لئے جان پر کھیلتے رہے ہیں اور اپنا سب کچھ قربان کرتے رہے ہیں۔

ان مردان حق کو دنیا پہچانتی ہے گذشتہ چار پانچ ہزار سال کی معلوم تاریخ انسانی میں ایسے لوگوں میں وہ لوگ بہت نمایاں ہیں جو اپنے پیروکاروں میں نبی اور رسول (علیہم السلام) کہلائے ایسے اہم اور جرات مند انسانوں میں سے چند بہت ہی بڑے نمایاں اور قابل احترام نام ہیں نوح علیہ السلام، ابراھیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، داوٗد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد ﷺ یوں تو جناب ابراھیم علیہ السلام کے کارنامے اور جرات آموز رویے کچھ کم قابل ستائش نہیں ہیں اور فرعون جیسے (امریکی ذہن رکھنے والے خود پرست) بادشاہ کے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت بھی کمزوروں کیلئے حوصلہ کا پیغام اور ناتوانوں، ضعیفوں، مظلوموں اور بے آسرا قیدیوں کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ ایسے کئی انبیاء علیہم السلام تو اسی پاداش میں قتل بھی کردیئے گئے اور دنیا بھر کے غریبوں اور مظلوموں کا

دل اس بات پر دکھتا ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے فرشتہ صفت انسان کو کچھ مفاد پرستوں نے اپنی راہ کا پتھر سمجھ کر سولی پر لٹکانے کیلئے رومیوں کے حوالے کر دیا تھا تاہم اس فہرست میں ذاتی سطح پر ظلم و جور کا نشانہ بننے والے اور جان گسل محنت کر کے کامیاب ہونے والے حق پرست انسان حضرت محمد ﷺ کا نام بڑا نمایاں اور مرکزی تھا اور ہے اور رہتی دنیا تک اسی طرح مرکزی اہمیت کا حامل رہے گا اگرچہ THE HUNDREDS نامی کتاب کے عیسائی مورخ نے تو انسانیت کے اس محسن ﷺ کو نسل انسانی کا عظیم ترین اور قابل ترین فرد قرار دیا ہے تاہم دیگر مستشرقین حضرت محمد ﷺ کے پیروکار نہ ہوتے ہوئے بھی اور غیر مسلم دنیا کے بیشتر اہل عقل و دانش نے انہیں آزادی ،مساوات اور عدل کا پیغمبر قرار دیا ہے۔

اس عظیم ترین ہستی ﷺ کے نظریات اور خیالات کیا تھے؟ اور ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد کیسے بروئے کار لائے گئے اور نسل انسانی کو ان کی تعلیمات سے کیا فائدہ حاصل ہوا؟ دنیا بھر کے تمام قابل ذکر عظیم انسان حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی آفاقیت اور عملیت کے پیش نظر انہیں انسان کی فلاح کا نسخہ قرار دینے پر متفق ہیں۔ان کی تعلیمات کا منبع اور سرچشمہ قرآن مجید ہے جو دنیا بھر میں گذشتہ چودہ صدیوں سے علمی اور مذہبی افق پر چمک رہا ہے۔اور آپ ﷺ کی ہدایات اور تشریحات دیگر مستند کتب (کتب احادیث) میں بھی درج ہیں جن کو کمال دیدہ ریزی اور صحت کے اعلیٰ معیارات کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔

آج بھی ان کتب کا جو ذی شعور انسان بے لاگ اور تعصّبات کے بغیر مطالعہ کرے گا وہ ان تعلیمات کی عظمت کا ویسا ہی اعتراف کرے گا جیسا کہ ماضی میں کیا گیا۔آزمائش شرط ہے ان کتب میں درج تفاصیل کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

☆ حضرت محمد ﷺ عرب کے محترم شہر مکہ (جہاں حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بنایا ہوا بیت اللہ موجود تھا اور لوگ انہیں دو پیغمبروں کی تعلیمات کے پیرو تھے) میں ایک معزز ترین خاندان میں پیدا ہوئے۔(571ء)

☆ اس ماحول کے مطابق پرورش ہوئی والد کا سایہ پہلے ہی اُٹھ گیا تھا والدہ بھی بچپن میں

وفات پاگئیں۔ دادا عبدالمطلب اور بعدازاں دو چچاؤں کی زیر کفالت رہے۔

☆ آپ ﷺ کا اخلاق وکردار بچپن سے ہی برائیوں اور منفی رویوں سے پاک تھا۔ غریب پروری، انسانی ہمدردی اور غمگساری کا پہلو نمایاں تھا۔ جوانی میں بکریاں چرائیں پھر تجارت کی اور خداداد صلاحیتوں سے خوب نام کمایا اور منافع بھی۔

☆ آپ ﷺ کی اخلاقی حیثیت بہت اعلیٰ رہی۔ جھوٹ، بد دیانتی، چوری، شراب، جواء سود سے مکمل طور پر اجتناب کیا اور سچائی، خدمت خلق، عدل، انصاف کے علمبردار بن کر اس ماحول میں زندگی گزاری۔

☆ آپ ﷺ کی فیملی لائف بھی ایک کھلی کتاب ہے عام مصلحین اور نامور انسانوں کے برعکس اور بادشاہوں، فاتحین اور لیڈروں کی نجی زندگی سے بہت مختلف زندگی گزارنے والا یہ انسان جوانی میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام (اور دیگر پیغمبروں کی طرح) ہر طرح کی SEXUAL CORRUPTION سے پاک رہا۔ اگرچہ اس معاشرے میں بھی بے راہ روی کے سارے ذرائع موجود تھے۔ 25 سال عمر تک کاروباری اسفار اور مالی آسودگی کے باوجود ہر طرح کی اخلاقی آوارگی سے بچے رہے۔ (جو کہ آج کی مغربی دنیا میں ناقابل تصور ہے) 25 سال کی عمر سے لے کر اور 53 سال کی عمر تک عملی زندگی میں صرف ایک عورت (حضرت خدیجہؓ) کے ساتھ MARRIED LIFE گزاری۔ آپ ﷺ کی زندگی کے نجی گوشے بھی روز روشن کی طرح عیاں ہیں ان کی وضاحت ضمناً اس لئے ضروری ہے۔ کہ پاک تعلیمات کے لئے پاک کردار شرط ہے۔ جو آپ ﷺ کا نمایاں ترین وصف رہا۔

☆ آپ ﷺ نے ساری زندگی نکاح اور شادی کے معروف طریقے پر وقت گزارا یہ بات بھی آج کے معاشرے میں ناقابل تصور ہے جہاں راجے، مہاراجے، لارڈز، حکمران اور ارب پتی تاجر تو کیا ایک اوسط مغربی مرد یا عورت کیلئے FAMILY LIFE کا تصور ہی مصیبت ہے اور 50 سال کی عمر تک ایک عام امریکی شہری (ٹائم میگزین کی ایک سابقہ رپورٹ کے مطابق) 1000 مردوں یا عورتوں سے تعلقات قائم کرتا ہے (افسوس کہ بعد کے دور میں بعض مسلمان خلفاء، حکمران اور امراء نے بھی یہی LIFE STYLE اختیار کرلیا) یہ اسی بات کا نتیجہ ہے کہ

98ء میں امریکی صدر نے کہا تھا کہ % 50 سے زیادہ امریکیوں کو اپنے باپ کا نام معلوم نہیں یعنی ان کی پیدائش ILLEGAL تعلقات کا نتیجہ ہے۔

☆ آپ ﷺ نے چالیس سال کی عمر سے ترسیٹھ سال کی عمر تک اپنی تعلیمات لوگوں کے سامنے پیش کیں۔ معاشرے کا ردعمل بڑا ظالمانہ تھا۔ مذاق، استہزاء خریدنے کی کوشش، کردار کشی CHAR AC TER ASSASSINATION، سوشل بائیکاٹ، قتل کا فیصلہ اور جلاوطنی جیسے رویوں سے سامنا رہا مگر یہ پہاڑ کی سی استقامت رکھنے والا شخص ﷺ اپنے موقف پر قائم رہا۔ اور کسی لالچ میں نہیں آیا۔

☆ مکہ سے مدینہ ہجرت کے بعد اپنے وسائل کو POOL UP کیا اور مکہ کے LORDS اور عوامی خون چوسنے والے طبقہ کے خلاف جنگیں کیں صلح کی پیش کش پر صلح کی اور مکہ والوں کی طرف سے صلح توڑنے پر حملہ کر کے مکہ فتح کر لیا اور پرانا فیوڈل اور سرداری نظام ختم کر کے ایک نئے طرز حکومت اور سماجی اور اقتصادی نظام کی بنیاد رکھی۔

☆ آپ ﷺ کی معاشی زندگی اور LIFE STYLE نہایت سادہ اور شریفانہ تھا آپ گھریلو کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے اور آپ کے رویوں سے مساوات انسانی اور عظمت انسانی ٹپکتی تھی۔

☆ آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کی بھرپور تربیت کی اور انہیں اپنے رنگ میں رنگ دیا دنیا کی بعض تحریکوں اور MISSIONS کیلئے تو شاید کسی خاص قسم کی اخلاقی تربیت کی ضرورت نہیں بلکہ بے راہ روی، جنسی آوارگی، لوٹ کھسوٹ جیسے رویے ایسے لوگوں کا سامان سفر ہوتے ہیں مگر حضرت محمد ﷺ ایسے شائستہ WELL MANNERED CULTURED اور نفیس انسان تھے کہ جس کی مثال حضرات انبیاء علیہم السلام کے علاوہ مشکل ہے۔ انہوں نے اپنے پیروکاروں کیلئے بھی انہیں خصوصیات اور معیارات کو اہم قرار دیا۔ اور TENS اور HUNDREDS میں نہیں بلکہ THOUSANDS میں ایسے DISCIPLES تیار کئے جو معاشرتی رویوں میں ہو بہو آپ کی COPY تھے یعنی اتباع رسول ﷺ کا کامل نمونہ تھے۔

☆ آپ ﷺ نے وفات سے قبل ایک خطبہ میں انسانیت کے لئے ایک چارٹر دیا جو آج بھی نمونہ

ہے اور UNO چارٹر اسی سے ماخوذ ہے۔جس میں آپ ﷺ نے فرمایا۔تمام انسان برابر ہیں کالے گورے کی بنیاد پر کوئی فرق نہیں ہوگا بلکہ رنگ ،نسل ، زبان ،جنس (SEX) پیشہ اور علاقہ کی بنیاد پر ہر قسم کی DISCRMINATION ختم کردی اور تمام انسانوں کیلئے دوسرے انسانوں کی جان ،مال ،عزت ،آبرو محترم قرار دے دی سوائے کسی جرم اور جواز کے۔

☆ آپ ﷺ نے معاشی بددیانتی اور ناانصافی کے تمام راستے بند کردیئے جواء (CHANCE MONEY) لاٹری ،انعامی سکیم ،سود ،سٹہ (SPECULATION) بانڈز FORWARD TRADING, SEXUAL EXPLOITATION, HOARDING کے ذرائع (از قسم عورتوں اور مردوں کی مخلوط محفلیں سینما ،ڈرامہ ،فلمیں ،بے حیائی ،جنسی جرائم وغیرہ) پر پابندی لگادی انسانی محنت کی عظمت کا درس دیا بنیادی طور پر معاشی جدوجہد کا مرد کو ذمہ دار ٹھہرایا اور عورت کو مستقبل کی بہتر انسانی نسل کی تربیت کیلئے گھر کی ملکہ قرار دیا تا کہ عورت کی عفت وعصمت کی حفاظت ہوسکے اور فرمایا ''محنت مزدوری کرنے والا اللہ کا دوست ہے''۔

☆ آپ ﷺ نے ایک وسیع علاقے کو فتح کر کے سابقہ حکمرانوں (جو انسان دشمن ،عیاش ،لٹیرے ،جواری ،ظالم اور منتقم مزاج تھے) کی جگہ ایسی مثال قائم کی کہ فتح مکہ کے وقت دشمن کو غیر مسلّح کر کے سب کو معاف کردیا۔(برعکس امریکہ کی موجود فتح افغانستان اور عراق کے دلخراش واقعات کے)اور آپ ﷺ کے بعد آپ کے قریب ترین ساتھیوں نے معاملات کو عین اسی طریق پر (علیٰ منہاج النبوۃ) چلایا اور قیامت تک کے حکمرانوں کے لئے مثال بن گئے۔

آپ ﷺ نے ایک ایسے سیاسی ، معاشی اور معاشرتی نظام کی بنیاد ڈالی جو عدل اجتماعی (SOCIAL JUSTICE) کا ایک نظام تھا جس میں۔

☆ مساوات انسانی تھی اور رنگ نسل ،خون ،ذات ،پیشہ اور جنس کی بنیاد پر کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا تھا۔

☆ کمزور طبقات بالخصوص عورتوں کے لئے اعلیٰ حقوق کا اہتمام کیا گیا۔نکاح یعنی عورت کی مکمل کفالت اور پردے کے احکام سے نسل انسانی کو تحفظ دیا گیا اور وراثت کے احکام دیے گئے عورت

کو وراثت اور پراپرٹی اور تجارت کا حق دیا گیا۔(امریکہ میں عورتوں کو یہ اس مثال کے چودہ صدیاں بعد بیسویں صدی میں دیا گیا)

☆ معاشی جدوجہد بنیادی طور پر مرد کے ذمے تھی۔ محنت کی عظمت تھی اور محنت کا معقول معاوضہ ملتا تھا۔ جہاں امراء سے زکوٰۃ لے کر ضرورت مندوں کو دی جاتی تھی جہاں کوئی بھوکا نہیں سوتا تھا۔ جہاں معاشی استحصال نہیں تھا جہاں کفالت عامہ کا نظام تھا اور روٹی کپڑا امکان علاج اور تعلیم تمام شہریوں کیلئے (بشمول غیر مسلموں کے) حکومت کے ذمہ تھا۔

☆ انسانی بنائے ہوئے قوانین نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق عدالتیں کام کرتی تھیں۔اوراس پر عمل درآمد ہوتا تھا یعنی انسان،انسان پر حکمران نہیں بلکہ آئین اور قانون کی حکمرانی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت نا قابل ترمیم تھی جس کی رو سے تمام انسانوں کو عدل وانصاف میّسر تھا اور انصاف آسان اور سستا تھا۔ مجرم کو سزا بہر صورت ملتی تھی اور مجرم بڑا اور حیثیت والا ہونے کی وجہ سے بچ نہیں سکتا تھا۔

اسی سیاسی،اقتصادی اور سماجی نظام کی برکت تھی کہ 632ء تا 660ء میں چار ابتدائی مسلمان حکمرانوں کے دور میں عدل وانصاف،مساوات،قانون کی حکمرانی اور کفالت عامہ کی ایسی نادر مثالیں سامنے آئیں۔کہ انسان آج تک حیران ہے۔اس دور میں حضرت عمرؓ نے عراق فتح ہونے پر جاگیرداری کو اسلام کے خلاف قرار دیا اور مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کو STATE LANDS قرار دیا جس سے FEUDAL SYSTEM کا خاتمہ ہوگیا

اسی نظام کی برکات اور MERITS ہیں کہ ڈنمارک،سویڈن جیسے ممالک (جہاں حضرت محمدﷺ کی توہین کرائی گئی) میں عمر الڈ (حضرت عمرؓ کے نام سے ماخوذ) کے نام سے ایک کفالت عامہ کا نظام جاری ہے۔ جو حضرت محمدﷺ اور ان کے اولین پیروکاروں کی دُوررس نگاہوں،نیک نیتی اور عظمت کی دلیل ہے۔

یہ دور خلافت ہی تھا جس میں کسی شہری کے ہاں فاقہ نہیں تھا۔ بچہ پیدا ہوتے ہیں SUBSISTANCE ALLOWANCE ملنا جاری ہوتا تھا۔ جہاں بقول حضرت عمرؓ

ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو عمرؓ جوابدہ تھا۔ جہاں ایک عورت زکوٰۃ کی رقم دینے کے لئے گھر سے نکلی تو کوئی لینے والا نہیں آتا تھا آسودہ حالی کا یہ عالم تھا۔

یہ وہ نظام تھا جو معاشی طور پر بہت کامیاب رہا اور آج بھی کامیاب ہوسکتا ہے بشرطیکہ مسلمان بالخصوص اور مغرب بالعموم حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کو پڑھے سمجھے اور میرٹ پر فیصلے کر کے اختیار کرے مزید برآں اکیسویں صدی میں کم از کم کسی ایک مسلمان ملک میں اسلام کے اس عادلانہ نظام کے نفاذ کو برداشت کر کے اس کی برکات کو STUDY کرے۔

یہی SOCIAL JUSTICE کا وہ نظام تھا جسے اسلام کی برکات کے ضمن میں خلافت راشدہ کا نام دیا گیا۔ اسی نظام کو لے کر جب مسلمان ایران پہنچے ہیں تو اس سوال کے جواب میں کہ عرب کے صحراء سے مسلمان کیوں اٹھ کر وقت کی ایک سپر پاور کو تہس نہس کرنے پر تل گئے ہیں۔ فرمایا ''ہم (خود نہیں آئے بلکہ) ذمہ داری دے کر بھیجے گئے ہیں کہ انسانیت کو (فکری) اندھیروں سے نکال کر (شعور کی) روشنی میں لائیں اور بادشاہوں کے ظلم اور لوٹ کھسوٹ سے نکال کر اسلام کے عدل میں لے آئیں''۔

حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد صرف 50 سالوں میں اسلام کا تیزی سے پھیلنا اس بات کی غمازی کرتا ہے ان علاقوں میں پہلے غاصب اور ظالم حکمران تھے اور عدل و انصاف کے نظام کے آگے وہ نظام ٹھہر نہیں سکا۔ یہی کچھ ہزار سال پہلے کے ہندوستان میں ہوا کہ ظالمانہ سماجی رویّوں اور مذہبی اجارہ داری کے ساتھ معاشی بدحالی کی وجہ سے چند ہزار مسلمان (اقلیت جو 1947ء تک اقلیت ہی تھی) پورے ہندوستان پر صدیوں حکمران رہے۔

اسلام اور تعلیمات محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہ تصور ہی کچھ لوگوں کے لئے راستے کی رکاوٹ ہے اسلام اور خلافت کے نظام کا عدل و انصاف مساوات اور آزادی کے ہم معنی ہونا ہی حقیقت اسلام ہے۔ تقریباً ایک صدی قبل مولانا حالی نے مسدس حالی میں فرمایا تھا۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی برلانے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا

قرآن مجید میں آپ ﷺ کو رحمت للعالمین فرمایا گیا ہے اس نظام عدل وقسط کا قیام ہی آپ ﷺ کی شان رحمت للعالمینی کا مظہر ہے جس سے اب مخلوق فائدہ اٹھا رہی ہے اوراگر ظلم اسی طرح بڑھتا رہا تو دنیا اسلام کو خود آگے بڑھ کر اپنا لے گی اوراس کی برکات سے عنقریب پوری دنیا پر اسلام کے غلبے کے بعد فائدہ اٹھائے گی۔

اس عادلانہ نظام کے منافع اور MERITS پر تاریخ گواہ ہے، زمانہ شاھد ہے اور ہزار ہا تصانیف موجود ہیں اس نظام کی برکات کی گواہی صدیوں وسطی ایشیا سپین، جنوبی افریقہ اور ترکستان کے بام ودر دیتے رہے اس نظام کو جاری کرنا انسانی خدمت اور کمزور کرنا انسان دشمنی ہے ۔حضرت محمد ﷺ نے یہ احساس بھی اپنے پیروکاروں کو دیا کہ اس عادلانہ نظام کو کمزور کرنے والا شخص محض ان کا دشمن نہیں درحقیقت انسانیت کا دشمن ہے یہی وجہ ہے کہ دور نبوت کے آخری دنوں میں اور دور ابوبکر ؓ 632ء۔634ء میں اسود عینی وغیرہ افراد نے اس عدل اجتماعی کے نظام کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی تو محمد ﷺ کے جانثاروں نے اس کی سرکوبی کی اوراس فتنے کو دبا دیا اور جھوٹے مدعیان نبوت کا ہمیشہ کیلئے قلع قمع کر دیا۔

اس عادلانہ نظام میں کفالت عامہ کے حقیقی تصور پر مبنی سیاسی اور سماجی ڈھانچہ، در حقیقت انسانیت کیلئے ایک نعمت اور انسانی ترقی کی معراج ہے،اس انسانی معراج کو چند خود غرض اور انسان دشمن لوگ اپنے لوٹ کھسوٹ کے پروگرام کے راستے کی رکاوٹ سمجھتے ہیں اوراس کو DISGRACE کرنے ، بے وقعت کرنے اور ناقابل عمل بنانے کے درپے رہتے ہیں اور آخری حربے کے طور پر اس نظام کو لانے والے اور متعارف کرانے والے حضرت محمد ﷺ کی ذاتی زندگی (جس پر کیچڑ اچھالا تھا کبھی سلمان رشدی نے جو آج بھی برطانیہ کی گود میں بیٹھا ہے) کو داغدار کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں تاکہ حضرت محمد ﷺ کی کردار کشی ہو اور لوگ ان کے مقام کو پہنچاننے اور ان کے لائے نظام کو اپنانے کی بجائے اپنی نظروں سے گرا دیں اسی PHENOMENON کی مثالیں وقتاً فوقتاً مغربی پریس میں سامنے آتی رہتی ہیں۔

حالیہ توہین آمیز خاکے (جن کو بار بار شائع کیا جارہا ہے) بھی اس عدل اجتماعی کے نظام کو انسانیت کی نگاہوں سے اوجھل کرنے اور یورپ وامریکہ میں تیزی سے پھیلتے ہوئے اسلام کا راستہ روکنے کے لئے وضع کئے گئے پروگرام کا حصہ ہیں۔ یہ مجرد پریس اور چند کارٹونسٹوں کی کوشش نہیں ہے بلکہ ایک مافیا ہے اور MASTER MIND جو اس کو لے کر آگے چلنا چاہتا ہے۔ اور دنیا پر NEW WORLD ORDER کے ذریعے چند انسانوں کی حکومت قائم کر کے سارے معاشی وسائل کو قبضے میں لینا چاہتا ہے۔ جبکہ WTO اور WB اور IMF کے مارے ہوئے عوام ایک عادلانہ، منصفانہ اور کفالت عامہ کے تصور پر مبنی معاشی نظام کی تلاش میں ہیں دیکھئے عوام جیتتے ہیں یا یہ مافیا۔

یہ مافیا کون لوگ ہیں؟ اور کہاں ہیں؟ اس کا سراغ لگانے کیلئے بھی ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہوگا۔ یوں تو دنیا میں ہر وہ طبقہ جو دوسروں کی کمائی پر نگاہ رکھتا ہے اور مستقل طور پر اس کو لوٹ کر اپنا مفاد حاصل کرتا ہے۔ وہ اس مافیا میں شامل ہے۔ اس میں عام طور حکمران طبقہ، جاگیردار طبقہ، بہت سارے کلب اور تجارتی ادارے شامل ہیں حتیٰ کہ کافی مذہبی گروہ بھی اسی طبقہ کا حصہ ہیں۔ جو دنیا میں عادلانہ اور SOCIAL JUSTICE کے نظام کو اپنے مذموم مقاصد اور اپنی عیش پرستی کے لئے موت کا پیغام سمجھتا ہے اس میں شاید مشرق ومغرب کی بھی کوئی تقسیم نہیں ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا بھر کے سچائی کے قدر دان اٹھ کھڑے ہوں، انصاف کے علمبردار میدان میں کود پڑیں، مظلوم ومقہور طبقات سر پر کفن باندھ لیں، تھرڈ ورلڈ کے عوام اور غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے والے ممالک کے عوام نکل کھڑے ہوں (کہ دنیا میں عدل وانصاف کا قیام ہی ان کے مسائل کا حل ہے) تو کرۂ ارض پر قتل وغارت، بے سکونی، بے اطمینانی، بے حیائی اور محرومیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے بصورت دیگر عالمی مافیا کا یہ عفریت جلد ہی ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لینے والا ہے۔

اس ضمن میں سب سے زیادہ ذمہ داری ان حضرات کی ہے جو حضرت محمد ﷺ کے پیروکار ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں کہ وہ اپنی وفاداری کا حق ادا کرنے کیلئے کمر بستہ ہو جائیں اور اپنی وفا کا کعبہ، روپے پیسے اور ڈالر کی بجائے تعلیمات محمد ﷺ کو بنائیں۔ مغرب کے

نظریات (بے حیائی، عریانی، آزاد خیالی وغیرہ) کو رد کر کے امانت، دیانت اور شرافت کا پیکر بن جائیں اور دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کرنے کا فریضہ سرانجام دین یہ وقت کی پکار ہے اور وقت کی ضرورت ہے! اور مغربی یلغار کا علاج ہے۔

وہ عالمی مافیا جو حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات اور ان کے لائے ہوئے عادلانہ نظام کا دشمن ہے اس کا پہچاننا مشکل ہے۔ تاہم کچھ لوگوں کی رائے میں (اور وہ اہم ہے) یہ مافیا نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے کام کر رہا ہے اور دنیا بھر کے ارب پتی یہودی اس کی پشت پر ہیں اور قابل افسوس بات ہے کہ امریکہ بطور ملک، امریکی بطور عوام اور امریکی حکومت اس مافیا کے اسی طرح فرمانبردار ہیں جس طرح افغانستان کا حکمران کرزئی امریکی حکومت کے سامنے سرنگوں رہتا ہے۔

ایک اور بات کی طرف اشارہ بھی شاید بہت سے عقلمندوں اور ذی شعور لوگوں کو فائدہ دے جائے آپ کبھی امریکی کرنسی میں ایک ڈالر کا نوٹ دیکھیں تو آپ کو اس عالمی مافیا کے کچھ نشانات ملیں گے اس ایک ڈالر کے نوٹ پر ایک طرف 1776ء کے سنہ کے ساتھ ORDO NOVO SECLORUM یعنی سیکولر بنیادوں پر نیو (ورلڈ) آرڈر اور یہ سوچ 1776ء یعنی امریکہ میں آئینی حکومت کے آغاز ہی سے ہے اور موجودہ امریکی آئین، روایات، حکومت، میڈیا، عوام اور مذہب کا حصہ ہے اس سے شاید آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ وہ عالمی مافیا جو حضرت محمد ﷺ کی دشمنی پر جی رہا ہے اور اس عادلانہ نظام کو انسانیت کی نگاہوں سے اوجھل کرنا چاہتا ہے کہ وہ کہیں آشکارا ہو کر دکھی انسانوں کے دلوں کی آواز نہ بن جائے امریکہ میں کہیں چھپا ہوا ہے اگر آج دنیا ایک گلوبل ویلج ہے تو دوسرے ممالک میں بھی اس کے اثرات پھیل رہے ہونگے مزید غور فرمائیں تو اسی ایک ڈالر کے نوٹ پر دوسری طرف دیکھیں تو اہرام مصر کی تصویر ہے جس کے عین اوپر ایک انسانی آنکھ بنی ہوئی ہے بھلا امریکہ کا اہرام مصر سے کیا تعلق؟ دماغ پر زور دیں یہ بنی اسرائیل ہیں، یہود ہیں جو کبھی مصر میں فرعون کے غلام تھے اور اہرام مصر کی تعمیر میں جبراً کام کر رہے تھے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیو سیکولر ورلڈ آرڈر دراصل یہود کا نظام ہے JEW

WORLD ORDER ہے یہی یہود ہیں جو سودی نظام پر قابض ہو کر دنیا بھر کے کاروبار پر چھائے ہوئے اور ارب پتی ہیں (ڈالرز میں) اسرائیل ملک کا شوشہ انہوں نے چھوڑا، ملک بنایا اور اب اس ملک کو GREATER ISRAEL میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور ساری دنیا کے وسائل پر قبضہ رکھنا چاہتے ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ نہایت قلیل تعداد (13 ملین) یہود کی آبادی پوری دنیا پر کسی جمہوری اصول سے حکومت نہیں کر سکتی لہٰذا سیکولر سوچ کے ساتھ نیو ورلڈ آرڈر اور عالمی زراعت اور کاروبار پر WTO کے ذریعے قبضے کا خواب دیکھا گیا ہے۔ جواب رو بعمل آ رہا ہے اس منصوبے کے راستے میں پاکستان (مسلمان ایٹمی طاقت) محمد عربی ﷺ کے غلام کہلانے والے مسلمان اور ان کے رہنما یعنی حضرت محمد ﷺ کی آفاقی تعلیمات ہیں جو رکاوٹ ہیں۔ اس رکاوٹ کو دور کرنے کا ایک حل اس مافیا نے سوچا ہے کہ ایک تیر سے تین شکار کر لئے جائیں عظمت مصطفیٰ ﷺ کو پارہ پارہ کر دیا جائے، مسلمانوں کے دل سے حضرت محمد ﷺ کی ناموس پر مر مٹنے کا جذبہ سرد کر دیا جائے اور ان کی تعلیمات کو اپنی دانست میں داغدار اور آج کی اصطلاح میں ''دہشت گردی'' سے جوڑ کر بے وقعت کر دیا جائے۔

یہ ہے ــــــــــــ ان کارٹونوں اور ٹی شرٹوں پر ان خاکوں کی پرنٹنگ کا مفاد ابھی اس منصوبے کا اور بہت کچھ سامنے آنے والا ہے ان خاکوں کے پیچھے اس مافیا کو پہچاننے کی ضرورت ہے کہ جس نے ان کارٹونسٹوں کو خرید کر ان سے کام کرایا۔ خوب معاوضہ دیا اور وعدے لئے اور مراعات دیں۔

مسلم امت یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ وہ کارٹونسٹ اور اخبار کا مدیر معافی مانگے وہ تو خریدے جا چکے وہ کیسے معافی مانگیں گے۔ وہ تو ایک لحاظ سے یہود کے دام میں آ کر پھنس چکے ہیں۔ نہ پیسے واپس کر کے ضمیر کی آواز پر اپنے کئے پر نادم ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے پیچھے چھپے مافیا کی خبر دے سکتے ہیں۔ ایک جرم ہوتا ہے ایک اعانت جرم اس اخبار کے ایڈیٹر اور اگلے درجے میں اس ملک کے وزیر اعظم اور عوام سب مجرم ہیں مگر سب سے بڑا مجرم مافیا ہے جو اس کے پس پردہ

ہے اور جس کو پہچاننے کی ضرورت ہے اور صرف مافیا کو پہچاننے کی نہیں اس کے خوفناک عزائم پہچاننے کی ضرورت ہے اس کے ہتھکنڈے (TOOLS) پہچاننے کی ضرورت ہے۔ کون کون سا ملک اور ادارہ اور حکمران اس مافیا کے ہاتھ استعمال ہو رہا ہے (صدر بش نے توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے ملکوں کو حوصلہ دیا کہ وہ معافی نہ مانگیں وہ ان کے ساتھ ہیں) پھر اس پر اکتفا نہیں اس مافیا کے عزائم پہچاننے کی ضرورت ہے اور باضمیر اور سچا مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان عزائم کو پہچان کر ان کو ننگا کرنے اور دوسروں کو باخبر کرنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔

تو ــــــــــــ آج جو شخص بھی حضرت محمد ﷺ کی توہین کا مرتکب ہے یا ان کا نام اہانت کے انداز میں لیتا ہے یا ان کی تعلیمات کا مذاق اڑاتا ہے وہ دانستہ یا نادانستہ۔ توہین میں ملوث ہے اور اس توہین کا مطلب ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے آزمودہ نظام عدل و قسط SYSTEM OF SOCIAL JUSTICE کو نگاہوں سے گرانے کا مجرم ہے اور انسانیت کو نیو ورلڈ آرڈر کے لٹیرے ہاتھوں میں دینا چاہتا ہے ــــــــــــ لہٰذا ایسا شخص صرف مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ انسانیت ہی کا دشمن ہے۔ اور انسانیت کا قاتل ہے اور انسانی خون کا پیاسا ہے جو انسانیت کا معاشی قتل کر کے خود عیش و عشرت کی محفلیں سجانے کی فکر میں ہے۔

ہر باغیرت، ہوشمند اور با اصول انسان کو آج سوچ سمجھ کر آئندہ قدم اٹھانے کی ضرورت ہے کہ اس کا آئندہ قدم اور مستقبل کا لائحہ عمل کہیں اس کو اور پوری انسانیت کو ایک لمبے عرصے کیلئے یہودی نیو ورلڈ آرڈر کی گود میں ڈالنے کا سبب تو نہیں بن رہا اور یہ احساس اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ کاش میں تعلیمات مصطفے ﷺ کو عام کر کے انسانی فلاح اور عدل و انصاف کے اس عالمی نظام کو عام کرنے میں اپنا حصہ ڈال سکوں تو شاید میں انسان دوست اور ماحول دوست اور انصاف پسند اور اعلیٰ انسانی اقدار کا قدر دان شمار ہو سکوں اور اگر ایسا ہو تو یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی شانِ رسالت ﷺ کی یہی عظمت ہے جس کا ہر مسلمان کو احسان مند ہونا چاہیئے اور یہی آپ ﷺ کی شان رحمۃ اللعالمینی ہے۔ جس سے غیر مسلم بھی مستفیض ہوں گے جس کا ان کو معترف ہونا چاہیے قرآن مجید میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ انہیں محسنِ انسانیت ﷺ کے اس احسان عظیم کے تصور کے پیش نظر ہر دم ان کا احسان ماننا چاہیے اور درود و سلام بھیجنا چاہیے چنانچہ ارشاد ہے۔

''بیشک اللہ ﷻ اور اس کے فرشتے (اِس) خاص نبی ﷺ (حضرت محمد ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں (اور بھیجتے رہیں گے) اے ایمان والو! (تمہاری وفاداری کا تقاضا یہی ہے کہ) تم بھی ان (ﷺ) پر درود بھیجتے رہو اور سلام بھی جیسے (وفاداری کا حق بنتا ہے) سلام بھیجنا۔''(56/33)۔

اور ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ کی شان کا ذکر ہے اور آپ ﷺ کے بدخواہوں (یعنی آپ ﷺ کے لائے ہوئے نظام کے دشمنوں) کی ابتری کا سورۃ الکوثر کا مفہوم ہے۔

''بیشک ہم (اللہ جل جلالہٗ) نے آپ ﷺ کو (عظیم ترین نعمتوں کی) کثرت عطا فرما دی ہے پس آپ ﷺ اپنے مربی (عطا کرنے والے) کی (رضا جوئی کے لئے) نماز ادا فرمائیں اور (اس کے مزید تقرب کیلئے قربانی کے) جانوروں کے خون (کی طرح اپنے وسائل بھی) بہا دیں۔ بیشک آپ ﷺ کا ہر مدّ مقابل ہی ابتر رہے گا''۔(3-1/08) ۔

یہ وہ RATIONALE اور منطق ہے جس کی رو سے اولاد آدم علیہ السلام کے اس کامل ترین سپوت ﷺ کے ساتھ دوسرے انسانوں کا معاملہ ایک انسان کا دوسرے انسان جیسا نہیں ہے جہاں بے جا ہنسی مذاق، بے ادبی، گستاخی، تلخ کلامی اور ناحق لڑائی کے مواقع آتے رہتے ہیں بلکہ ایک خاص الخاص انسان سے بڑھ کر ایک ایسے محسنِ اعظم کا ہے جس کے سامنے (احسان مندی کے اعتراف کے طور پر) ہمارے سر جھکے رہنے چاہئیں اور زبان پر ان کی تعریف اور احسانات کا تذکرہ رہنا چاہیے چنانچہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا! ''جس کے سامنے میرا نام لیا جائے (یا آئے) اور وہ (احساس ممنونیت سے) درود نہ بھیجے وہ شخص تباہ ہو گیا'' ایک دوسرے فرمان میں ایسا شخص بخیل قرار دیا گیا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو احسان فراموشی اور احسان ناشناسی جرم ہی ایسا ہے۔ اعاذنا الله من ذالك۔

اللهم صل علىٰ محمدِ عبدك ورسولك و صل على المومنين والمومنات والمسلمين و المسلمات۔

قرآن اکیڈمی جھنگ

کے زیر اہتمام ماہانہ سیمینار (مئی 06ء سے لے کر مارچ 08ء تک)

20 نامور اسلامی شخصیات

کے تعارف، کارنامے اور ملّی خدمات

انجینئر مختار فاروقی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تائید ونصرت سے حسب وعدہ مذکورہ سیمیناروں میں 20 نامور اسلامی شخصیات سے متعلق تقاریر اور خطابات میں پیش کردہ مواد کو یکجا کر کے قارئین حکمت بالغہ کے لئے پیش کرنے کا آغاز کیا جا رہا ہے تاکہ یہ قیمتی علمی ورثہ زیادہ سے زیادہ قدر دانوں کے سامنے آ سکے اور وسیع پیمانے پر لوگ اس سے استفادہ کر سکیں اس سے جہاں ہماری نئی نسل میں اسلام کی عظمت کا احساس ہوگا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوگا، وہاں کیا عجب کہ

ع ''ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی''

کے مصداق ہمارے نونہالان ملت سے کوئی محمد بن قاسمؒ اور کوئی صلاح الدینؒ بن کر امت کی کشتی کو منزل مراد تک پہنچا دے۔

یاد دہانی کے طور پر پہلے سیمینار کے موقع پر لکھا گیا ''حرف آرزو'' اس سلسلہ کے آغاز پر ایک دفعہ پھر شائع کیا جا رہا ہے تاکہ اس ضمن میں سابقہ کوششوں کے ساتھ ایک ذہنی تسلسل قائم ہو سکے۔

حرفِ آرزو

ان بیس شخصیات کے انتخاب میں جن باتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

☆ بالعموم ہمارے ہاں محافل سیرت اور مجالس حمد ونعت کے ساتھ ساتھ میلاد النبی ﷺ کے پروگرام بکثرت

ہوتے ہیں پھر خلفائے راشدین ﷺ کے حالات پر بھی اخبارات وغیرہ میں ایڈیشن شائع ہوتے ہیں، سیمینار، کانفرس اور مشاعرے منعقد ہوتے ہیں جبکہ تاریخ کی دیگر عظیم شخصیات کا تذکرہ دن بدن کم ہوتا جا رہا ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ ان کی یاد تازہ کی جائے۔

☆ ان شخصیات کے انتخاب میں انفرادی ذاتی نیکی اور اعلی مقام کے ساتھ ساتھ ملی، اجتماعی اور سیاسی مساعی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے ورنہ کون انکار کرسکتا ہے کہ تصوف کے لحاظ سے ترتیب میں حضرت جنید بغدادیؒ اور بایزید بسطامیؒ کا اسم گرامی سرفہرست ہوگا، محدثین کے حوالے سے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کا نام نامی بہت عزت و شرف کا حامل ہے، فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور حضرت جعفر صادقؒ کے نام باعث برکت ہوں گے، اسی طرح صرف بادشاہوں کی فہرست ہو تو بہت سے نمایاں روشن ستارے ہیں۔ تاہم یہ فہرست ہمہ گیر شخصیتوں پر مشتمل ہے ہم نے نیک نیتی سے فہرست بنائی ہے تاہم اختلاف کی گنجائش رہے گی جس کا قارئین کو حق حاصل ہے۔

☆ اس فہرست میں عالم عرب کے دور سے پھر براعظم پاک و ہند کی طرف آئے ہیں لہٰذا گزشتہ چار صدیوں کے زعماء ملت جو پاک و ہند سے باہر ہیں وہ اس فہرست سے رہ گئے ہیں۔

اس فہرست سے مقصود صرف یہ ہے کہ ہم سب اپنی تاریخ کے ان روشن ستاروں کے حالات کو پڑھیں اور ان کے کارناموں سے آگہی حاصل کریں؛ اس لئے کہ قوم اور ملت کے لئے تاریخ ایسے ہی ہے جیسے کسی ایک فرد انسانی کے لئے حافظہ، اگر کسی حادثہ میں کسی شخص کا حافظہ خراب ہوجائے تو اس کے کرب اور دکھ کا کوئی سمجھدار آدمی ہی تصور کرسکتا ہے۔ اسی طرح جو قوم یا ملت اپنی تاریخ سے روگردانی کرے یا بھول جائے وہ کٹی پتنگ کی طرح ہے جسے کوئی طالع آزما جہاں چاہے لے جائے۔ یہ سلسلہ قرآن اکیڈمی میں ماہانہ پرگراموں کے طور پر ہوگا اور ان شاء اللہ دو سالوں میں مکمل ہوگا۔

ان محترم شخصیات کا انتخاب آج کے دور کی گروہی تقسیم سے بالاتر ہوکر کیا گیا ہے لہٰذا اگر ان شخصیات میں کسی ایسی شخصیت کا نام آ گیا ہے جو آپ کے نزدیک نہیں ہونا چاہیے تھا تو درگزر فرمائیں اور اگر کوئی نام آپ کی دانست میں شامل ہونا چاہیے تھا مگر شامل نہیں ہے تو بھی دل بڑا کر کے ہمیں معاف فرمائیں۔ (انجینئر مختار فاروقی)

20 شخصیات کے اسمائے گرامی

1۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز
2۔ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت
3۔ حضرت امام غزالی محمد بن محمد
4۔ حضرت امام ابن تیمیہ تقی الدین

5۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی
6۔ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی
7۔ حضرت محمود غزنوی ناصرالدین
8۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
9۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی
10۔ حضرت اورنگزیب عالمگیر محی الدین
11۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
12۔ حضرت احمد شاہ ابدالی
13۔ سلطان فتح علی ٹیپو شہید
14۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید
15۔ حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی
16۔ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی
17۔ حضرت محمود حسن شیخ الہند
18۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی
19۔ حضرت مولانا محمد علی جوہر
20۔ حضرت علامہ محمد اقبال

اس سے پہلے

کہ ہم ان کے بابرکت تذکرہ سے ان صفحات کو زینت دیں ضروری ہے کہ تاریخ اسلام میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ سے لے کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تک کے مبارک ادوار

کے حالات کا خلاصہ پیش کر دیا جائے۔

اس کرۂ ارض پر یوں تو آج تک اربوں کی تعداد میں انسان پیدا ہوئے اور اپنی زندگی کے شب و روز گزار کر راہی ملک عدم ہو گئے تاہم یہ بات بڑی اہم ہے کہ انسانوں کی عظیم اکثریت صرف اپنی ذات کے لئے زندہ رہی اور وہ نان شبینہ اور ذاتی ضروریات کی فراہمی میں مگن رہ کر زندگی کا وقت پورا کر کے چلے گئے اور ان میں سے اکثر کسی ضابطہ اور اصول اور اخلاق و کردار کے کسی معیار مطلوب پر بھی پورے نہیں اتر سکے۔ تاہم قلیل تعداد میں ہر دور میں ایسے لوگ رہے ہیں اور آج میں بھی ہیں جو زندگی صرف کھانے پینے اور عیش و آرام کے لئے نہیں گزارتے بلکہ کسی مشن، جذبے، اعلیٰ اقدار اور دوسروں کی فلاح و بہبود کے لئے جیتے ہیں اور اس کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتے ہیں حتیٰ کہ بعض تو اس راہ میں جان بھی قربان کر دیتے ہیں ایسے انسان ہی دراصل عظیم لوگ ہیں اور معراج انسانیت پر فائز ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں کہ حقیقی معنٰی میں یہی لوگ دانا بھی ہیں اور حکیم بھی، عالم بھی ہیں اور اہل دل بھی اور انہیں کا درجہ انسانیت میں بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ ع اوگرامی تر است کو دانا ست

ایسے اعلیٰ انسانوں میں سے بھی بلند ترین درجے میں انبیاء کرام علیہم السلام ہیں جو کامل ترین انسان تھے معصوم عن الخطاء تھے مامور من اللہ تھے اور واجب الاطاعت تھے ان انبیاء کرام علیہم السلام کی مبارک جماعت میں سے اولوالعزم پیغمبر ہیں اور ان میں سے بھی سب سے افضل ہیں حضرت محمد ﷺ! جو خاتم النبیین بھی ہیں اور خاتم المرسلین بھی، کامل بھی ہیں اور اکمل بھی، وہی اب قیامت تک کے انسانوں کے لئے اسوۂ کامل بھی ہیں اور نمونہ اور IDEAL بھی۔

ان کی لائی ہوئی کتاب ''قرآن مجید'' ہدایت اور آسمانی رہنمائی کے ضمن میں ''حرف آخر'' ہے اور خالق ارض و سماء کا پیغام آخریں ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ نے قرآن صرف پہنچایا ہی نہیں اس پر عمل کر کے دکھایا ہے اور یوں آپ ''قرآن مجسم'' ہیں آپ کی ہدایات اور تشریحات اور قرآن کی تفسیر 'اطاعت رسول' کے عنوان سے ایمان کا تقاضا ہے۔

یوں تو انسانی زندگی کے بے شمار گوشے ہیں گھر، خاندان، رشتہ دار، کنبہ، قبیلہ، گلی، محلّہ،

شہر، کاروبار، معاملات، خوراک اشیائے ضرورت وصحت، ہسپتال، سکول کالج، امن امان، چوری ڈاکہ کے واقعات، عدالتیں، بازار، منڈی، کچہریاں، تھانے، الیکشن، سیاست غرض تفصیلات میں جائیں تو بے حد وسیع میدان ہے تاہم ایک تقسیم بڑی بنیادی ہے اور ہر ذہنی سطح کے آدمی کے لئے قابلِ فہم بھی ہے یعنی ــــــــ انفرادی زندگی ــــــــ اور ــــــــ اجتماعی زندگی۔

مغربی افکار کے زیرِاثر آج کے ماحول میں انفرادی زندگی میں انسان کی نشست وبرخاست، رہن سہن، فیملی لائف، کھانا پینا، پسند ناپسند، لباس، رشتہ داریاں، دوست، فارغ اوقات کے مشغلے آتے ہیں۔ اور مذہب کے نام سے عقیدہ عبادت اور موت فوت، خوشی غمی کی رسومات بھی اسی عنوان کے تحت آتی ہیں۔

جبکہ سماجی اور معاشرتی اقدار، اخلاقی اقدار، معاشی اور اقتصادی قواعدو ضوابط اور پالیسیاں، سیاست حکومت اور سب سے بڑھ کر قانون سازی اور حاکمیت کے تصورات یہ کام اجتماعی زندگی کے دائرہ میں آتے ہیں اور اوپر درج کردہ تفصیل کے مطابق یہ مذہب کی اجارہ داری اور گرفت سے مبرا اور خارج سمجھے جاتے ہیں اور ان ایوانوں میں نہ مذہب پر بحث ہوتی ہے نہ اس کی کوئی مداخلت تسلیم کی جاتی ہے اسے اصطلاحاً سیکولر (SECULAR) اور اس سوچ وفکر اور نظام کو سیکولرازم (SECULARISM) کہا جاتا ہے۔

گزشتہ دوصدیوں کے مغربی تسلط کے زیر اثر آج یورپی دنیا میں (ماسوائے چند محدود معاشروں کے) یہی سوچ پروان چڑھ کر پختہ ہو چکی ہے، مغرب میں تو اب اس سوچ کے تحت پروان چڑھ کر ایسی دونسلیں عملی زندگی میں قدم رکھ چکی ہیں جو انسانی اخلاق وکردار اور مذہب کے تحت حلال وحرام کے تصورات کو فرسودہ خیال کرتے ہیں اباحیت پسندی (LIBERALISM) کے قائل ہیں یعنی ہر چیز استعمال کرو یہ حلال وحرام، سچ اور جھوٹ، اخلاق اور کردار (MORALITY) سب پرانے خیالات ہیں اب آج کا امریکی معاشرہ VALUELESS اور MORALLESS معاشرہ بن چکا ہے یعنی حیوانی معاشرہ جہاں افراد صرف جبلی تقاضوں (ANIMAL INSTINETS) کے تحت زندگی میں بھاگ دوڑ کرتے نظر آتے ہیں۔

یہ انسانی کمزوری ہے کہ ہر دور میں عام طور پر انسان جس نظام میں زندگی گزار

رہا ہوتا ہے اکثر انسان یہ سوچ رکھتے ہیں کہ شاید اس طرزِ زندگی کے علاوہ کوئی اور طرز زندگی ممکن نہیں ہے اور آج کے ترقی یافتہ ممالک کے شہری تو اپنی اخلاقی گراوٹ کے باوجود بھی یقین رکھتے ہیں کہ اگر دنیا میں کوئی اور طرز زندگی ہے تو وہ فرسودہ، جاہلانہ اور انسانوں کے لئے نقصان دہ ہے لہٰذا جلد از جلد لوگوں کو ان جیسا طرز زندگی اختیار کر لینا چاہیے اس سوچ پر مزید ایک تہہ یہ بیٹھتی ہے کہ ان معاشروں کے افراد بشمول آج کے مغربی انسان کے' کہ ان کا یہ دور عروج ہمیشہ رہے گا اور ان کو زوال نہیں ہے اور ان کو جو عیش و آرام میسّر ہے وہ کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

یہ عیش دوام کا تصور ان کی خواہش تو ہو سکتی مگر یہ کائنات عیش پسند اور ظالم و جابر انسانوں نے نہیں بنائی بلکہ ایک حکیم و دانا، قادر مطلق، علیم و خبیر ہستی کی تخلیق ہے جس نے سب کچھ با مقصد بنایا ہے، اور ہر انسان کو یہ زندگی امتحان و آزمائش کے لئے دی گئی ہے جبکہ اصل زندگی مرنے کے بعد شروع ہوگی جس میں آج کے اعمال کے مطابق سہولیات ملیں گی یا سزا ہوگی۔ وہ معاشرے جو اخلاقی اقدار اور قانون الٰہی سے آزاد زندگی بسر کرتے ہیں بالآخر اپنے زعم میں مست ہو کر ایسے آگے بڑھتے ہیں کہ ان کا مقدر تباہی ہوتا ہے ایسی تہذیبیں صفحۂ ہستی سے مٹ جایا کرتی ہیں۔ مصر، ہندوستان، ایران، یونان، چین غرض دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں سابقہ مقتدر اقوام اور تہذیبوں کے مدفن اور قبرستان موجود نہ ہوں۔ دست قدرت ایسے لوگوں کو ہٹا کر اپنی منشا کے مطابق زندگی گزارنے والے اور دوسروں کو اسی راہ پر چلنے کی دعوت دینے والے لوگوں کو سامنے لے آتا ہے۔

تاریخ انبیاء کرام علیہم السلام ایسے واقعات سے لبریز ہے آسمانی کتابیں بالخصوص قرآن مجید ایسے واقعات سے انسانیت کو عبرت دلاتا ہے اور ہر انسان اپنی عاقبت اور موت کے بعد کی زندگی کے ساتھ دنیا میں بھی 'ضمیر' اور 'کردار' کے مطابق اور 'وحی آسمانی' کے تحت زندگی بسر کرنے کا حکم دیتا ہے یہی انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات تھیں اور انہوں نے خود بھی اور ان کے مصاحبین حواری اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی یہی طرز زندگی اختیار کیا تھا۔

یہی کام آج سے صرف 1400 سال قبل جزیرہ نمائے عرب میں محمد ﷺ نے اور ان کے ساتھیوں نے سرانجام دیا تھا اور سیکولر طرز زندگی کو رد کر کے زندگی کے تمام شعبوں کو اللہ کے

احکام اوراس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے ماتحت کر دیا تھا اور انسانوں کو دنیا کے بجائے آخرت کی زندگی کا عاشق بنا دیا تھا۔

اگر آج ہم اپنا موازنہ اسلام سے پہلے کے جاہلی معاشرے سے کریں تو دین و دنیا اور مذہب و سیاست کی تقسیم ہماری زندگی میں بھی ہے اور وہ افراد جو مغرب اور امریکہ کے خلاف سرگرم ہیں ان کی زبان پر بھی دینی مصروفیات اور دنیوی مصروفیات اور دین اور دنیا کے علیحدہ علیحدہ خانے موجود ہیں یہ سیکولرازم ہی کا زہر ہے جو ہمارے ذہنوں میں سرایت کر چکا ہے۔

ہمارے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا اصل کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے دین و دنیا، مذہب وسیاست، انفرادی اور اجتماعی زندگی کو یکجا کر کے اور ان کی دوئی ختم کر کے آسمانی ہدایت کے تابع کر دیا تھا اور یہی بات آج کی اصطلاح میں انقلابی فکر اور یہ کام انقلاب کہلاتا ہے۔ اسی معنی میں حضرت محمد ﷺ سب سے بڑے انقلاب کے داعی اور نقیب تھے اور یوں انہیں پیغمبر انقلاب کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔

جناب رسول اکرم ﷺ کی یہ شان یکتائی اور انقلابی شان ایسی ہے کہ دنیا کی معلوم تاریخ میں ان کا کوئی ثانی اور ہم پلہ تو کیا قریب بھی نہیں پہنچا۔ آپ کے لائے ہوئے انقلاب میں کوئی ایک گوشہ نہیں بدلا، صرف سیکولرزم کی جگہ اسلام نہیں لائے بلکہ اجتماعی زندگی اور انفرادی زندگی کے تمام شعبے اپنی سابقہ ڈگر سے اکھاڑ کر نئی راہ ''اسوۂ حسنہ'' پر ڈال دیئے گئے اور اللہ کی ہدایت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے تحت زندگی رواں دواں ہوگئی۔

اس انقلاب کے روبعمل آنے کے بعد، اور آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے ساتھیوں اور تربیت یافتہ لوگوں نے اس انقلاب کو مستحکم کیا ہے اور انقلاب دشمن طاقتوں کا قلع قمع کر کے ایک ایسے معاشرے کی داغ بیل ڈالی جس کے اثرات آج چودہ صدیوں بعد بھی مسلم معاشروں میں بچشمِ سر دیکھے جا سکتے ہے۔ یہ تھا وہ دور خلافت راشدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (11ھ تا 13ھ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (13ھ تا 24ھ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (24ھ تا 35ھ) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ (35ھ تا 40ھ)۔

یہ دور خالصتاً ''آسمانی بادشاہت'' یا نظام مصطفیٰ ﷺ کا دور تھا جس میں صرف اللہ اور

اس کے رسول ﷺ کے احکام کالحاظ کیا جاتا تھا اگر تقابل کریں تو مجموعی طور پر معاشرہ کے افراد میں اسلام کے پھیلاؤ اور کثیر تعداد میں لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے اور اسلامی انقلابی فکر کی پختگی حاصل کرنے اور ابتدائی مراحل میں ہونے کے لحاظ سے دور ابوبکر رضی اللہ عنہ میں خالص للّٰہیت اور اتباع رسول ﷺ کا جو درجہ تھا وہ چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں برقرار نہ رہ سکا اکابر اور اجل صحابہ رضی اللہ عنہم کا انتقال فرما جانا اپنی جگہ مگر لاکھوں نئے افراد اور سینکڑوں نئی اقوام کا حلقہ بگوش اسلام ہونا اور دشمنان اسلام کی کاسہ لیپیوں کا عمل دخل بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِی (سب سے بہتر میرا زمانہ ہے) تو یقیناً بلاشک وشبہ حضرت محمد ﷺ کا زمانہ ہے اس کے بعد ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ دور خلافت راشدہ ہے اور اس سے بھی ایک قدم نیچے ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ وہ دور ہے جو حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے دور حکومت سے شروع ہوا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ تو صرف چھ ماہ برسراقتدار یعنی مسند خلافت پر متمکن رہے یہ تیسرا دور جو لسان رسالت مآب ﷺ کے مصداق بعد کے ادوار سے بہت بہتر اور خلافت راشدہ کے درمیان ہے یہ بنوامیہ کا دور حکومت ہے اس میں سب سے نامور اور سب سے اشرف اور ممتاز اسم گرامی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے جو بیس سال پر محیط ہے اور امن وامان بھی مثالی تھا اور فتوحات کا سلسلہ بھی رواں دواں تھا دور بنوامیہ 40ھ سے 132ھ تک 92 سال ہے۔ اس عرصے میں اگرچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ولید بن عبدالملک کا دور بھی نمایاں اور ممتاز دور ہے مگر وہ لوگ ابھی زندہ تھے جنہوں نے دور صحابہ دیکھا تھا اور وہ آنکھیں ابھی بند نہیں ہوئی تھیں جنہوں نے خلافت راشدہ کا روشن دور نظارہ کیا تھا اور 'تن' پر گزارا تھا اور یہ احساس ان کے لئے 'آپ بیتی' کا درجہ رکھتا تھا لہٰذا عام مسلمانوں میں بھی یہ احساس پھیلتا چلا گیا کہ مسلمان معاشرہ دور خلافت راشدہ جیسی برکات سے محروم ہوتا جارہا ہے اور اسلام کی مکمل انقلابی تعلیمات، مساوات، عدل وانصاف، عدل اجتماعی، کفالت عامہ وغیرہ کا رنگ پھیکا ہوتا جارہا ہے جس سے خاندانی و گروہی تعصّبات، ظلم اور ناانصافی جیسے رویّے جنم لے کر پروان چڑھ رہے تھے۔

یہ وہ وقت ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ کی ایک اور پیش گوئی اور مستقبل بینی کی بصیرت، باطنی کی صداقت کی چکاچوند روشنی کے سامنے آنے کا وقت آ گیا اور وہ روشنی اور مثال یعنی ہدایت

ظاہر ہو کر رہی جیسے فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ نے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ فِي هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَادِيْنَهَا

ترجمہ:۔ اللہ اس امت میں ہر سو سال پر ایسا شخص بھیجتا رہے گا جو اس کے لیے اس کے دین میں تجدید کردے گا۔(رواہ ابوداؤد عن ابی ھریرۃ)

انسانی تاریخ اور سوشل سائنس کا ادنیٰ طالب بھی جانتا ہے کہ وقت کے ساتھ انسانی رویوں میں اضمحلال اور کمزوری آتی ہے اور نظریات اور اعتقادات کے میدان بھی اس سے خالی نہیں ہیں یہ بات ہمارے محبوب پیغمبر نبی آخرالزمان ﷺ کی نگاہوں سے کیسے اوجھل ہو سکتی تھی اور مزید یہ کہ انسانی طرز عمل کی اتنی بڑی حقیقت سے اپنی امت کو کیسے بے خبر رکھ سکتے تھے چنانچہ اس فرمان رسالت ﷺ میں اس حقیقت کا اعتراف بھی ہے، امت کی تعلیم بھی ہے اور ساتھ ختم نبوت و ختم رسالت کے ضمن میں تدبیر خداوندی کی ایک کڑی کا ہمت بڑھانے والا اشارہ بھی ہے کہ اللہ ﷻ اس امت میں ہر سو سال کے عرصے کے اہم حصے پر ایسی شخصیات اٹھاتا رہے گا جو اُسی انقلابی فکر کی حامل ہوں گی (انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلام کی تعلیمات سے باخبر) اور ایسی شخصیات اپنے دور میں اسلام کے روشن چہرے پر عجمی اثرات اور غیر اسلامی نظریات اور معاشرتی دباؤ کے تحت دینی اقدار کے تحفظ کے ضمن میں سستی، اضمحلال، چشم پوشی اور بدعملی جیسے عوارض کا علاج کر کے امت کے ایک معتد بہ حصے کو اسلام کی انقلابی فکر کی پٹری پر چڑھانے کا کام کریں گے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پہلی صدی ہجری کے اختتام کے قریب امت میں نمایاں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں آنے والے وقت کی ضرورت کے مطابق تربیت کے مواقع فراہم کیے اور پھر وقت کی ضرورت کے عین مطابق ان سے وہ کام لیا جس آپریشن کی جسدِ امت کو ضرورت تھی۔

یہ بات عیاں ہے کہ اس وقت نہ نماز میں اضمحلال تھا نہ روزے میں نہ ادائیگی زکاۃ میں نہ ادائیگی حج میں نہ عدالتیں معاذ اللہ قرآن وسنت سے روگردانی کی مرتکب تھیں نہ سرکاری اہل کار دین دشمن تھے نہ عوام میں دینی شعائر کا آج کی طرح کوئی استہزاء کا بڑا عنصر شامل تھا۔ یہ سارے کام تو آج سے کہیں بہتر انداز میں ہو رہے تھے مگر اوپر کی سطح پر اسلام کے رخ روشن پر جو حقیقی غازہ

ابو بکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے دور میں نمایاں تھا (یعنی عدل و انصاف، کفالت عامہ کا تصور سب انسانوں کی قانون کی نگاہ میں برابری کا جو معیار وہاں تھا) وہ آہستہ آہستہ پس پردہ جا رہا تھا اور اس کی اہمیت کم ہوتی جا رہی تھی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ـــــــــــ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسی نابغہ شخصیت کو اٹھایا اور مسند خلافت پر متمکن کر دیا ـــــــــــ اور دست قدرت کے تراشے ہوئے اس خاص انسان نے ماحول کے خلاف اور رائج معاشرتی رویوں کے برعکس وہ کارنامے انجام دیئے کہ امت نے ان پر (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ ثانی اور 'خلیفہ راشد' کے القابات کی گل فشانی کی ہے اور یہ بات بلا وجہ نہیں تھی ان کے کارنامے اور دوسروں سے نہ ہو سکنے والی (خرق عادت) باتیں ہی ایسی تھیں۔ بقول نظیری

خلاف رسم دریں عہد زخرق عادت واں
کہ کارہائے چنیں از شمار بوالعجبیت

آیئے اب تذکرہ 6 مئی 06 کے سیمینار کا جس میں تشریف فرما تھے۔

☆ ابوالحسین حافظ عاکف سعید صاحب مدظلہ مہمان خصوصی، صدر مجلس امیر تنظیم اسلامی پاکستان
☆ پروفیسر سمیع اللہ قریشی صاحب (ریٹائرڈ)
☆ پروفیسر حمزہ نعیم صاحب (ریٹائرڈ)
☆ پروفیسر مہر غلام سرور صاحب (ریٹائرڈ)

قرآن اکیڈمی کا لیکچر ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور مقررین حضرات نے اپنی اپنی پسند کے مطابق تشریف لا کر حضرت عمر بن عزیزؒ کی زندگی کے حالات، کارناموں پر روشنی ڈالی آخر میں صدر مجلس نے خصوصی خطاب فرمایا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی سیرت کے وہ پہلو جو اسلام کی انقلابی تعلیمات سے متعلق تھے ان پر روشنی ڈالی اور حاضرین کے دلوں کو گرما دیا اور خلافت راشدہ کے دور کا ایک عکس حاضرین کے دل و دماغ کے پردوں پر نقش کر دیا۔ ان صفحات میں مقررین کے

خطاب کا الگ الگ تذکرہ کے بجائے کل سیمینار کے خطاب کا حاصل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی شخصیت کا ایک جامع مرقع پیش خدمت ہے۔

خلافت راشدہ کیا تھی

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام جو علوم لائے تھے اس کے ذریعے جب اہل ایمان کی تربیت ہوئی اور صبر وامتحان کی بھٹیوں میں پختہ ہو کر نکلے تو یہ لوگ آسمانی ہدایت کا عملی نمونہ اور خالق ارض وسماء کے ''مطلوب'' اور ''محبوب'' اور پسندیدہ انسان تھے۔ ایسے لوگ انفرادی زندگی (ذاتی نیکی) میں بھی بہت بلند مقام پر فائز تھے اور اجتماعی زندگی کے معاملات میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ ایسے کامل لوگ یوں تو سابقہ انبیاء ورسل علیہم السلام کے ساتھیوں میں سے بھی تھے مگر اصحاب محمد ﷺ کی شکل میں جو لوگ مکی دور کی دل ہلا دینے والی آزمائشوں اور مدنی دور کی بدر واحد اور حنین وتبوک کے معرکوں سے سرخرو نکلے ان کی شان ہی کچھ اور تھی۔ وہ رحماء بینھم تھے اور اشداء علی الکفار بھی، رات کے راہب بھی اور دین کے شہسوار بھی اسی کردار سے عالم کفر پر لرزہ طاری رہتا تھا اور یہی حزب اللہ کے اعلیٰ لقب سے مزین ہو کر فاتح وکامران بھی ہوئے۔

انفرادی واجتماعی زندگی پر دین کے کامل غلبے اور حضرت محمد ﷺ کی سیرت کا کامل عکس بن کر جب یہ لوگ میدان عمل میں آئے اور حکومت وخلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو دنیا نے دیکھا کہ ان کے دور حکومت میں جو باتیں نمایاں تھیں وہ یہ ہیں۔

1۔ غریب امیر، اعلیٰ ادنیٰ سب کے لئے عدل وانصاف
2۔ کوئی شخص قانون سے بالاتر نہیں کامل مساوات انسانی
3۔ جان ومال، عزت آبرو کی حرمت 4۔ اخوت اور بھائی چارہ
5۔ کفالت عامہ یعنی ہر مسلم (اور غیر مسلم شہری) کیلئے روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج کا حکومت کی طرف سے مفت انتظام۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ مشرق ومغرب کی ظالم بادشاہتیں (جن کے عوام ظلم کی چکی میں پس رہے تھے) اسلام کے سیل رواں کے آگے ریت کی گھروندے ثابت ہوئیں اور عوام نے اسلام کی دامن میں آ کر سکھ اور اطمینان کا سانس لیا۔ کفالت عامہ کا تصور ہی دراصل حضرت محمد ﷺ کی شان رحمۃ للعالمینی ہے اگر اسلام کا واقعی غلبہ ہو جائے

(نہ کہ صرف نام کے مسلمان ظالم حکمرانوں کا) تو ہر کس و نا کس اور مسلم و غیر مسلم اس مثالی نظام کی برکات سے مستفیض ہو سکتا ہے۔

حرفِ آرزو

انجینئر مختار فاروقی

انسان ایک پہلو سے دیکھیں تو خواہشات، آرزوؤں اور تمناؤں کا مجموعہ ہے اور ہر انسان اپنی موہوم دنیا کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ تاہم خواہشات اور آرزوؤں کی نوعیت انسان کو اعلیٰ اور ادنیٰ بنا دیتی ہے، ایسی بے غرض، بے لوث اور اپنا سب کچھ لٹا کر دوسروں کی بہتری کے لئے خواہش اور آرزو یقیناً اعلیٰ درجے کی چیز ہے اور ایسی ہی چیزیں دنیا میں بقائے دوام حاصل کر لیتی ہیں قرآن پاک میں اللہ ﷻ خود فرماتے ہیں ایک خالص سونا ہوتا ہے پھر اس کے ساتھ ملاوٹ شامل ہو جاتی ہے اور وہ لوگوں کی نگاہوں کو خیرہ کرنے لگتی ہے تاہم جب حالات کی بھٹی سے گزرتے ہیں تو ملاوٹ اگرچہ اوپر آ جاتی ہے اور کچھ عرصہ لوگوں کو اچھی لگتی ہے تاہم وہ جلد ختم ہو جاتی ہے اور زرِ خالص باقی رہ جاتا ہے یہ ہے اصول جو اللہ ﷻ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں رواں دواں ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ فَیَمۡکُثُ فِی الۡاَرۡضِ (الرعد۔17)

''اور جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھیرا رہتا ہے''

جو خواہشات، آرزوئیں، تمنائیں اور دعائیں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے ہوتی ہیں وہ دنیا میں بالآخر اپنا اثر دکھاتی ہیں اور جڑ پکڑ جاتی ہیں اور اس کے برعکس بری خواہشیں، آرزوئیں اور تمنائیں بظاہر پوری ہو کر بھی زیادہ دیر باقی نہیں رہتیں اور معدوم ہو جاتی ہیں۔

حرفِ آرزو کے نام سے حکمت بالغہ میں ہر تحریر کسی دنیاوی غرض اور مفاد کے لئے نہیں بلکہ امتِ مسلمہ اور انسانیت کی بھلائی کے لئے قارئین کے سامنے لائی جاتی ہے ادارہ کی آرزوؤں میں سے اہم آرزو وہ ہے جو روزِ اوّل سے ہم ان صفحات میں پیش کرتے چلے آ رہے ہیں کہ آج

کے دور میں علوم جدیدہ یعنی کالج اور یونیورسٹی سطح کا علم مشرق ومغرب ہر جگہ ''بے خدا'' اور ''خداناشناس'' ہے جس سے انسانیت کے افراد عملاً VALUELESS اور IMMORAL افکار کے تحت پروان چڑھ کر آسمانی ہدایت وحی اور خدا سے بیزار رویہ اپنا لیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج ساری دنیا ''خداشناسی'' اور ''خدابیزاری'' کے درمیان تقسیم ہو کر آمادہ پیکار ہے اور جدید مغربی ذہن خدا، الٰہ، اللہ، وحی، آخرت سے اس قدر بیزار ہے اور دل میں بغض اور بیر رکھتا ہے کہ دنیا میں خیر کے حامل افراد اور خیر پھیلانے والوں کو ''دہشت گرد'' کا نام دے کر قابل نفرت قرار دے دیا گیا ہے۔

آج کا جدید تعلیم یافتہ انسان اگر اس ماحول سے پرورش پا کر اور فارغ التحصیل ہو کر بھی خدا کا نام لیتا ہے تو اولاً قریبی ماحول میں اسے ظلم وستم کا نشانہ بنایا جاتا ہے بقول اکبرالٰہ آبادی

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی جاجا کے تھانے میں

کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

ثانیاً ــــــــ اگر گردوپیش کے لوگ اور اعزہ واقارب اسے کچھ عرصے کے لئے معاف کر دیتے ہیں تو مغربی ذہن اسے قدامت پسند، بنیاد پرست 'دہشت گرد' انسانیت کا دشمن قرار دے کر دوسری طرف دھکیل دیتے ہیں جہاں پہلے ہی ایسے لوگوں پر ظلم وستم ڈھائے جارہے ہوتے ہیں چنانچہ آج کا مغربی معاشرہ اور ہمارے ملک کا ترقی یافتہ اور ترقی پسند طبقہ (ELITE CLASS) اس لحاظ سے انتہائی قابل رحم ہے کہ وہ نہ صرف نصیحت اور اصلاح کو قبول نہیں کر رہا بلکہ اصلاً ایسے مصلحین سے محروم ہو چکا ہے اور جو معاشرہ اپنے میں سے ایسے مخلص افراد کو نکال دے وہ زمین کا خس وخاشاک ہوتا ہے اور زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا، گل سڑ کر جلد ہی تباہی اور بربادی کا شکار ہو جاتا ہے ان معاشروں کے افراد بظاہر انسان ہی نظر آتے ہیں مگر حقیقتاً وہ 'جانور' اور ڈارون کے نظریے کے مطابق 'بندر' ہی بن جاتے ہیں اس لیے کہ وہ شرف انسانی سے محروم ہو کر کلام الٰہی کے مطابق

اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا (الفرقان ۔44)

ترجمہ: ''یہ تو چوپایوں کی طرح کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔''

حیوان کی سطح تک گر جاتے ہیں۔

ان مغربی علوم کو علامہ اقبالؒ نے بھی انسانیت کے لئے زہر قاتل قرار دیا تھا، قیام پاکستان سے پہلے اسلامیہ کالج لاہور جیسے ادارے کو فکری اور نظریاتی سطح پر قتل گاہیں کہا گیا بقول اکبرالہ آبادی

یوں قتل کے بچوں سے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کے فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

چنانچہ ـــــــــــ اس ماہ کی آرزو وہ ہے جو ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کے نام سے ٹائٹل کے آخری صفحہ پر دی جارہی ہے۔ان سطور میں ہم ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کا سوانحی خاکہ اور ان کا تعارف پیش کررہے ہیں جو کہ درج ذیل ہے۔

ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم کا سوانحی خاکہ

1904ء پیدائش شہر جموں 1922ء آنرز ان پرشین 1924ء ایم اے (عربی) 1927-32ء پروفیسر (عربی ،فارسی) سری پرتاب کالج سری نگر 1933-45ء پروفیسر (عربی، فارسی) پرنس آف ویلز کالج جموں 1942ء پی ایچ ڈی (فلسفہ) مقالہ ’’آئیڈیالوجی آف دی فیوچر‘‘ 1945-47ء پرنسپل سری کرن سنگھ کالج۔ میرپور 1948-53ء ریسرچ آفیسر محکمہ اسلامک ری کنسٹرکشن وانسٹی ٹیوٹ آف اسلامک کلچر۔لاہور 1953-65ء ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی۔ کراچی 1965ء ڈاکٹر آف لٹریچر مقالہ۔فرسٹ پرنسپلز آف ایجوکیشن 1966-69ء بانی وڈائریکٹر آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس۔لاہور 1969ء (29 نومبر) ٹریفک کے حادثہ میں کراچی میں جاں بحق اور سیالکوٹ میں دفن ہوئے۔

اہم تصانیف

(اردو میں) (انگریزی میں)

1- Ideology of the Future.	1۔ پاکستان کا مستقبل
2- Manifesto of Islam.	2۔قرآن اور علم جدید
3- First Principles of Education.	3۔ روحِ اسلام
4- Fallacy of Marxism.	4۔ اسلامی نظریہ تعلیم
5- The Meaning and Purpose of Islamic Research.	5۔ حکمتِ اقبال
6- Potencial Contribution of Islam to world Peace.	6۔ اسلام اور سائنس

اپنی تصانیف کے بارے میں

''میں نے اپنی کتاب'' آئیڈیالوجی آف دی فیوچر'' میں اقبال کے تصورِ خودی کی منظّم تشریح کرتے ہوئے اس کو اس کے آخری نتائج تک پہنچانے کی کوشش کی ہے'' (دیباچہ پاکستان کا مستقبل)

''جو احباب اقبال کے فلسفہ خودی کا یا اسلام کا مطالعہ ایک خالص اور منظّم فلسفہ یا سائنس کے طور پر کرنا چاہتے ہیں وہ میری کتاب'' آئیڈیالوجی آف دی فیوچر'' کا مطالعہ مفید مطلب پائیں گے ـــــــــــ اور جو فلسفہ خودی کا مطالعہ اسلام کے ایک فلسفہ کے طور پر کرنا چاہتے ہیں وہ میری کتاب'' قرآن اور علم جدید'' کا مطالعہ دلچسپی کا باعث پائیں گے اور پھر جو فلسفہ خودی کا مطالعہ اقبال کے حوالوں کی روشنی میں اقبال کے فلسفہ کے طور پر کرنا چاہتے ہیں وہ زیر نظر کتاب ''حکمتِ اقبال'' کا مطالعہ مدعا کے مطابق پائیں گے۔ (دیباچہ حکمت اقبال)

کتابوں کے انتسابات

قرآن اور علم جدید

مستقبل کے انسان کے نام جو قرآنی نظریہ کائنات کے
علاوہ ہر نظریہ کائنات کو عہد قدیم کی جہالت قرار دے گا

حکمت اقبال

ان عاشقان جمال ذات کے نام جو
مستقبل کی اس ناگزیر عالمی ریاست کا آغاز کریں گے جو اسلام
کی اس حکیمانہ توجیہہ پر قائم ہوگی جس کا نام فلسفہ خودی ہے

علوم کو مسلمان کرنے کی آرزو ــــــــــ دراصل دور حاضر کے ''بے خدا'' علم اور ''خدا ناشناس'' افکار کو آسمانی ہدایت اور وحی سے متعارف کرانے کی آرزو ہے انبیائے کرام علیہم السلام ہر دور میں یہی کام کرتے رہے ہیں کہ انسانوں کی خود ساختہ سوچ اور فکر اور طرز زندگی کو خالق کائنات، مالک اور رب کی ہدایت (جو اس نے اپنے برگزیدہ بندوں انبیاء ورسل علیہم السلام کے ذریعے بھیجی تھی) کے تابع کر دیا جائے۔ آسمانی وحی اور ہدایت کے تابع ہو کر جو علم کے سرچشمے پھوٹتے ہیں وہی دراصل ''علم'' ہے اور ایسے ہی لوگ ''عالم'' کہلانے کے مستحق کہلاتے ہیں۔

دور حاضر کے علوم کو وحی اور قرآن (وسنت) سے روشناس کرانا اور اس 'مواجہۂ' کے بعد قرآن اور وحی الٰہی کے تابع ہو کر ــــــــــ علم، تحقیق اور جستجو کو زندگی کے مختلف میدانوں میں اپنی جولانیاں دکھانے کا موقع دیا جائے تو اسلامی معاشرہ تشکیل پاتا ہے ایسا بڑا کارنامہ ہی ''احیاء العلوم'' کہلانے کا حق دار ہے۔

یہ بات ایک المیہ سے کم نہیں ہے کہ آج کا وہ معروف طبقہ جو علوم دین کا حامل کہلاتا ہے وہ اہل مغرب اور ان کے مزعومہ افکار کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ان کی زبان اور لہجے جواب دینے سے قاصر ہے۔ جدید تعلیم یافتہ مسلمان بھی چونکہ ذرا سے مذہبی پس منظر کے ساتھ اس مغربی 'خدا بیزار' نظام سے نکلتے ہیں لہٰذا وہ بھی (الا ماشاء اللہ) ایسے انداز اختیار کرتے ہیں جو اسلام کا حقیقی چہرہ دوسروں کو کیا دکھائیں گے خود ہماری اپنی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے اور یہی مغرب زدہ طبقہ آج میڈیا وغیرہ پر اسلام کا نمائندہ اور دفاع کرتا نظر آتا ہے لہٰذا ہماری کوتاہیوں اور اسلام کو غلط انداز سے پیش کرنے سے جو غلط نتائج مغرب نے نکالے ہیں وہ ہمیں معذرت خواہانہ (DEFENSIVE) رویے اختیار کرنے پر مجبور کرتے رہتے ہیں۔

ہمارے ممدوح ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم نے اس مقصد وحید کے حصول اور اشاعت فکر

کے لئے ایک انجمن بنائی

''جمعیۃ التعلیم الاسلامی'' "ISLAMIC EDUCAION CONGRESS"

اوراس کے تحت اپنی ادارت میں ایک دوماہی رسالہ

''اسلامی تعلیم'' ISLAMIC EDUCATION

کے نام سے جاری فرمایا۔اس رسالے کے مقاصد کیا تھے اور موصوف کے ذہن میں کیا کیا منصوبے تھے وہ خود ان کے الفاظ میں نیچے دیئے جارہے ہیں جو اُس رسالے کے پہلے شمارے (بابت مارچ/اپریل 1968ء) میں اداریے کے طور پر تحریر کیے تھے۔

''جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے مسلمانان پاکستان اور حکومت کی خواہش رہی ہے کہ ملک میں ''اسلامی تعلیم'' کا نظام جاری کیا جائے مگر تاحال یہ آرزو پوری نہیں ہوسکی اس کی (شاید) وجہ یہ ہے کہ تاحال یہ بات وضاحت طلب ہے کہ ''اسلامی نظامِ تعلیم'' کیا ہوتا ہے۔

افسوس کہ مسلمانان پاکستان کی یہ آرزو تاحال پوری نہیں ہوسکی بلکہ اب تو یہ آرزو عوامی سطح تک مرچکی ہے ہمارے ہاں گذشتہ دور کے حکمرانوں نے کچھ نیم دلانہ اقدامات کیے بھی، وہ ایسے تھے کہ اسلامیات کو لازمی قرار دے دیا جائے یا اسلامیات کا ایک اضافی پیریڈ رکھ دیا جائے یا عربی کلاسز کا اجراء کردیا جائے مگر اس کی بھرپور تیاری نہ ہونے کی وجہ سے اساتذہ کی تربیت، بچوں کی ذہن سازی اور اس کو دوسرے مضامین میں سمونے کی بجائے 'وقت' گزارنے اور 'مصیبت' کے انداز میں اس مضمون کو پڑھایا جاتا ہے جس کا ہر ذی شعور مسلمان کو تجربہ ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''اس ضمن میں صرف زبانی باتوں سے کام نہیں چلے گا لوگ اسلامی تعلیم کا صحیح مفہوم تب سمجھیں گے جب وہ اسلامی تعلیم کا ایک عملی انداز نہ دیکھ لیں لہٰذا ہماری ضرورت ہے کہ اسلامی تعلیم کی عملی تفسیر کے لیے ایک مثالی کالج کا قیام ہو جو یونیورسٹی کے تحت ہو اور جسے مکمل قانونی تحفظ حاصل ہو۔ایسا مثالی کالج ہی ان لوگوں کی پوری تشفی کا باعث ہوگا جو ابھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اسلامی نظام تعلیم ہے کیا؟ یہ خود ظاہر

کرے گا کہ اسلامی تعلیم کس طرح انسانی شخصیت میں نکھار پیدا کرتی ہے اس سے یہ بھی عیاں ہوگا کہ اسلامی تعلیم کس طرح دیانتدار، محنتی، عشق الٰہی سے لبریز خدا ترس اور قابل اعتماد افراد کو ڈھال کر سامنے لاسکتی ہے، یہ بات بھی باور کرائی جاسکے گی کہ کس طرح ہر نظام تعلیم کی خوبیاں اس نظام میں جمع ہوسکتی ہیں، یہ بات بھی سامنے آسکتی ہے کہ اسلامی نظام تعلیم کا یہ نظام کس طرح قوم کے افراد میں سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کا جذبہ پیدا کرسکتا ہے جو ہمارے لیے اپنا تاریخی اور فطری رول ادا کرنے کے لیے ناگزیر ہے اور حتمی طور پر یہ بات بھی ظاہر و باہر ہو کر عین الیقین کا درجہ حاصل کرلے گی کہ ہمارے موجودہ تمام قومی اور ملی روگ اسی طرح دور ہوسکتے ہیں اور ہمارے ذریعے سے پوری انسانیت کے دکھوں اور رگوں کا شافی علاج ہوسکتا ہے
(اسلامی تعلیم پہلا شمارہ)

افسوس کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کا جاری کردہ رسالہ اسلامی تعلیم (دوماہی) ان کی وفات حسرت آیات (29 نومبر 1969ء) تک صرف ڈیڑھ سال جاری رہ سکا اور اپنے مقاصد کے حصول میں ابتدائی مراحل سے نہ گزر سکا۔ بعدازاں ڈاکٹر صاحب موصوف کے منظورِ نظر اور قابل اعتماد دوست چوہدری مظفر حسین صاحب مرحوم چند برس اس بارگراں اور بار امانت کا حق ادا کرتے رہے تاہم یہ جریدہ وہ مقام حاصل نہ کرسکا جس کا یہ متقاضی تھا۔

ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم نے جو فکر اپنی کتابوں میں دیا تھا اس میں چونکہ قرآن مجید کو 'بنیاد' کی حیثیت حاصل تھی ''قرآن اور علم جدید'' اسی کا عملی ثبوت ہے اسی طرح علامہ اقبال کے کلام کو ایک منظّم انداز میں پیش کرکے اور اس کو ایک فلسفہ، نظام زندگی اور مربوط نظام فکر کے طور پر آپ نے ہی دنیا کے سامنے رکھا (چونکہ علامہ اقبال کا کلام بھی قرآن وحدیث کی محکم اساسات پر مبنی ہے) لہٰذا ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہی 'حکمت اقبال' لکھ اقبال فہمی کا حق ادا کیا ہے۔ اسی فکر کو اہل علم تک پہنچانے کے لئے آپ نے 'حکمت قرآن' کے نام سے ایک رسالہ جاری فرمایا تھا جو زیادہ عام نہ ہوسکا آپ کی وفات کے بہت بعد انجمن خدام القرآن لاہور نے اس کو دوبارہ شائع کرنا شروع کیا تھا تقریباً 27 سال ماہانہ شائع ہوتا رہا اب جنوری 08 سے یہ سہ ماہی شائع ہو رہا

ہے۔ یہ جریدہ انجمن خدام القرآن لاہور کے روح رواں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی زیر ادارت علمی میدان میں تو بہت نمایاں ہوگیا مگر اسلامی تعلیم کی ضرورت واہمیت کا جو 'عظیم کام' ڈاکٹر رفیع الدین صاحب مرحوم کے پیش نظر تھا اس جانب پیش رفت نہ ہوسکی اور پوری شد و مد کے ساتھ اس کو پیش نہ کیا جا سکا۔

راقم الحروف کی ملاقات ڈاکٹر رفیع الدین صاحب مرحوم سے 68ء کی ہے چند شمارے اسلامی تعلیم کے شائع ہو چکے تھے راقم انجینئرنگ یونیورسٹی میں طالب علم تھا اور تعارف ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ہی کرایا تھا ڈاکٹر رفیع الدین صاحب مرحوم نے اسلامی تعلیم کے شمارے عطا فرمائے اور اس فکر سے روشناس کرایا بعد کے شمارے بھی میں حاصل کرتا رہا انہی دنوں ڈاکٹر صاحب موصوف کے بیٹے برادرم شجاع صاحب انجینئرنگ یونیورسٹی میں (الیکٹریکل برانچ سال دوم میں) زیر تعلیم تھے اس ضمن میں ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہمارے جدید سائنس اور دیگر شعبوں کے نصاب میں 'تصور الٰہ' اور 'تصور خالق' کو شامل کرکے' باخدا اور خداشناس بنانے کے کام کا بیڑا اٹھایا تھا اس کے لیے نمونہ کے طور پر انہوں نے فزکس کی ایک مختصر کتاب بھی تحریر کی تھی (جس کی کاپی میرے پاس موجود ہے)۔ یہ بات عیاں ہے کہ اس نوعمری میں راقم ڈاکٹر صاحب موصوف کے فلسفہ کو کما حقہ پہچان نہیں سکا مگر اس کی اہمیت دل میں جاگزیں ہوگئی اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت وافادیت میں اضافہ ہی سامنے آتا رہا۔ تا آنکہ جھنگ میں 2003ء میں قرآن اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا اور دست قدرت نے اس کام کے آگے بڑھانے کے لئے ناگزیر وسائل بھی دے دیئے حکمت بالغہ کے نام سے ایک رسالہ جاری کرنے کا اہتمام ہوگیا اور اللہ ﷻ نے اس کی تمام رکاوٹیں دور فرما دیں۔

''حکمت بالغہ'' روز اوّل سے اس مشن کے لیے تگ ودو میں مصروف ہے مگر 40 سال قبل کے مضامین اور تقریباً موقوف سلسلہ بحث کو از سر نو تازہ کر کے ______ لوگوں کو اس کی اہمیت کا سبق دینا ایسے 'پرانے زمانے' کے لوگوں کی 'پرانی' باتوں کو یاد کرکے آج اکیسویں صدی کے دور میں علمبردار بن جانا ______ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اللہ

تعالی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ کام شروع ہوگیا ہے اللہ کی تائید ونصرت شامل حال رہی تو اس فکر میں جان ہے یہ اپنی راہیں خود پیدا کرلے گا۔ وَمَاذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز

اسلامی تعلیم کے اسی شمارے کے مضمون حقیقت انسان کے آخری الفاظ یہ ہیں:

''یہ حقیقت کہ انسان کی تمام مثبت سرگرمیوں کا جذبہ محرکہ ''محبت الٰہ'' یا ''عشق خداوندی'' ہے، اس بات کو متقاضی ہے کہ تاریخ انسانی (خواہی یا نخواہی) جو انسانی شخصیت کے لیے 'ڈرائیور' کا کام کررہی ہے۔ یہ کام انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر انسانیت کو 'خداشناسی' اور 'معرفت رب' کی منزل کی طرف دھکیل رہا ہے۔ چونکہ 'ڈرائیور' اپنی کوتاہیوں کو خود دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے لہٰذا ——— منطقی طور پر تاریخ دھکے کھا کر بالآخر اس مقام پر پہنچے گی کہ 'اللہ سبحانہ وتعالیٰ' ہی تمام انسانیت کا محبوب اور مقصود بن جائے گا''

اس سلسلے میں قارئین حکمت بالغہ سے گذارش ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی کتاب ''قرآن اور علم جدید'' اور "IDEALOGY OF THE FUTURE" اور ''منشور اسلام'' کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔